﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیْہِ مَنْ یَّشَآء﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد 16

جمعۃ المبارک 19/جون 2009ء
24/شعبان 1430 ہجری قمری ❁ 19/احسان 1388 ہجری شمسی

شمارہ 25

صحابہؓ میں سب سے افضل

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ابوبکرؓ کو سب سے افضل سمجھتے تھے۔ پھر عمرؓ بن خطاب کو۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب فضل ابی بکرؓ حدیث نمبر:3382)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

ارشادات عالیہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

رفع کا لفظ محض تحقّق درجات کے لئے ہے۔ ہر ایک نبی اپنے درجہ کے موافق آسمانوں کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ موت کے بعد روح اس آسمان میں جا ٹھہرتی ہے جو اس کے لئے حدِ رفع مقرر کیا گیا ہے۔

''اب سوچنا چاہئے کہ کیا یہ بیان قرآن شریف کا اس بات کے سمجھنے کے لئے کافی نہیں کہ خدائے تعالیٰ کو جسم قبض کرنے اور اٹھانے سے دونوں حالتوں موت اور نیند میں کچھ سروکار نہیں بلکہ جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے یہ جسم خاک سے پیدا کیا گیا ہے اور آخر خاک میں ہی داخل ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ ابتدائے دنیا سے صرف روحوں کو قبض کرتا آیا ہے اور روحوں کو ہی اپنی طرف اُٹھاتا ہے۔ جبکہ یہی امر واقعی اور یہی صحیح اور سچ ہے تو اس صورت میں اگر ہم فرض بھی کرلیں کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے یہی معنے ہیں کہ مَیں تیری روح کو اسی طور سے قبض کرنے والا ہوں جیسا کہ سونے والے کی روح قبض کی جاتی ہے تو پھر بھی جسم کو اس قبض سے کچھ علاقہ نہیں ہوگا اور اس طور کی تاویل سے اگر کچھ ثابت ہوگا تو یہ ہوگا کہ حضرت مسیح کی روح خواب کے طور پر قبض کی گئی اور جسم اپنی جگہ زمین پر پڑا رہا اور پھر کسی وقت روح جسم میں داخل ہوگئی۔ اور ایسے معنے سراسر باطل اور دونوں فریق کے مقصد کے مخالف ہیں۔ کیونکہ صرف کچھ عرصہ کے لئے حضرت مسیح کا سونا اور پھر جاگ اُٹھنا ہماری اس بحث سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا۔ اور قرآن کریم کی آیت ممدوحہ بالا صاف بلند آواز سے پکار رہی ہے کہ حضرت مسیح کی روح جو قبض کی گئی تو پھر سونے والے کی روح کی طرح جسم کی طرف نہیں چھوڑی گئی بلکہ خدائے تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اُٹھالیا۔ جیسا کہ الفاظ **صریحۃ الدلالت** اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (آل عمران:56) سے ظاہر ہے۔

انصاف کی آنکھ سے دیکھنا چاہئے کہ جس طرح حضرت مسیح کے حق میں اللہ جلّ شانُہٗ نے قرآن کریم میں اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ فرمایا ہے اسی طرح ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے وَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْنَتَوَفَّیَنَّکَ (یونس:47) یعنی دونوں جگہ مسیح کے حق میں اور ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں توفّی کا لفظ موجود ہے۔ پھر کس قدر ناانصافی کی بات ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ کی نسبت جو توفّی کا لفظ آیا ہے تو اس جگہ تو ہم وفات کے ہی معنے کریں اور اُسی لفظ کو حضرت عیسیٰ کی نسبت اپنے اصلی اور شائع متعارف معنوں سے پھیر کر اور اُن متفق علیہ معنے سے جو اوّل سے آخر تک قرآن شریف سے ظاہر ہو رہے ہیں انحراف کر کے اپنے دل سے کچھ اَور کے اَور معنے تراش لیں۔ اگر یہ الحاد اور تحریف نہیں تو پھر الحاد اور تحریف کس کو کہتے ہیں!؟! جس قدر مبسوط تفاسیر دنیا میں موجود ہیں جیسے کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان سب میں زیر تفسیر یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ یہی لکھا ہے کہ اِنِّیْ مُمِیْتُکَ حَتْفَ اَنْفِکَ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے طبعی موت سے مارنے والا ہوں بغیر اس کے کہ تُو مصلوب یا مضروب ہونے کی حالت میں فوت ہو۔ **غایت ما فی الباب** بعض مفسرین نے اپنی کوتہ اندیشی سے اس آیت کی اَور وجوہ پر بھی تفسیریں کی ہیں۔ لیکن صرف اپنے بے بُنیاد خیال سے نہ کسی آیت یا حدیث صحیح کے حوالہ سے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو اُن سے پوچھا جاتا کہ حق کے ساتھ تم نے باطل کو کیوں اور کس دلیل سے ملایا؟ بہرحال جب وہ اس بات کا اقرار کرگئے کہ منجملہ اقوال مختلفہ کے یہ بھی ایک قول ہے کہ ضرور حضرت مسیح فوت ہوگئے تھے اور ان کی روح اُٹھائی گئی تھی تو ان کی دوسری لغزشیں قابلِ عفو ہیں۔ ان میں سے بعض جیسا کہ صاحبِ کشّاف خود اپنی قلم سے دوسرے اقوال کو قِیْلَ کے لفظ سے ضعیف ٹھہرا گئے ہیں۔ اب جبکہ توفّی کے لفظ کی بخوبی تحقیقات ہوچکی اور ثابت ہوگیا کہ تمام قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک یہ لفظ فقط روح کے قبض کرنے کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے تو اب یہ دیکھنا باقی رہا کہ اس کے بعد جو فقرہ رَافِعُکَ اِلَیَّ میں رَفَع کا لفظ ہے یہ کن معنوں پر قرآن شریف میں مستعمل ہے؟

جاننا چاہئے کہ رَفَعَ کا لفظ قرآن شریف میں جہاں کہیں انبیاء اور اخیار ابرار کی نسبت استعمال کیا گیا ہے عام طور پر اس سے یہی مطلب ہے کہ جو ان برگزیدہ لوگوں کو خدائے تعالیٰ کی جناب میں باعتبار اپنے روحانی مقام اور نفسی نقطہ کے آسمانوں میں کوئی بلند مرتبہ حاصل ہے اس کو ظاہر کر دیا جائے اور ان کو بشارت دی جائے کہ بعد موت و مفارقت بدن اُن کی روح اُس مقام تک جو اُن کے لئے قرب کا مقام ہے اُٹھائی جائے گی۔ جیسا کہ اللہ جلّ شانُہٗ ہمارے سیّد و مولیٰ کا اعلیٰ مقام ظاہر کرنے کی غرض سے قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ (البقرۃ:254)۔ یعنی یہ تمام رسول اپنے مرتبہ میں یکساں نہیں بعض اُن میں سے وہ ہیں جن کو روبرو کلام کرنے کا شرف بخشا گیا اور بعض وہ ہیں جن کا رفع درجات سب سے بڑھ کر ہے۔

اس آیت کی تفسیر احادیث نبویہ میں یہی بیان کی گئی ہے کہ موت کے بعد ہر یک نبی کی روح آسمان کی طرف اُٹھائی جاتی ہے اور اپنے درجہ کے موافق اس روح کو آسمانوں میں سے کسی آسمان میں کوئی مقام ملتا ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس مقام تک اس رُوح کا رفع عمل میں آیا ہے تا جیسا کہ باطنی طور پر اس روح کا درجہ تھا خارجی طور پر وہ درجہ ثابت کر کے دکھلایا جائے۔ سو یہ رفع جو آسمان کی طرف ہوتا ہے تحقق درجات کے لئے وقوع میں آتا ہے اور آیت مذکورہ بالا میں جو رَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ ہے یہ اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع تمام نبیوں کے رفع سے بلند تر ہے اور اُن کی رُوح مسیح کی روح کی طرح دوسرے آسمان میں نہیں اور نہ حضرت موسیٰ کی روح کی طرح چھٹے آسمان میں بلکہ سب سے بلند تر ہے اسی کی طرف معراج کی حدیث بتصریح دلالت کر رہی ہے بلکہ معالم النبوۃ میں بصفحہ 517 یہ حدیث لکھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں چھٹے آسمان سے آگے گذر گئے تو حضرت موسیٰ نے کہا رَبِّ لَمْ اَظُنّ اَنْ یُّرْفَعَ عَلَیَّ اَحَدٌ یعنی اے میرے خداوند! مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ کوئی نبی مجھ سے اوپر اُٹھایا جائے گا اور اپنے رفع میں مجھ سے آگے بڑھ جائے گا۔

اب دیکھو کہ رفع کا لفظ محض تحقّق درجات کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور آیت موصوفہ بالا کے احادیث نبویہ کی رو سے یہ معنے کھلے کہ ہر یک نبی اپنے درجہ کے موافق آسمانوں کی طرف اٹھایا جاتا ہے اور اپنے قرب کے انداز کے موافق رفع سے حصّہ لیتا ہے اور انبیاء اور اولیاء کی روح اگرچہ دنیوی حیات کے زمانہ میں زمین پر ہو مگر پھر بھی اُس آسمان سے اُس کا تعلق ہوتا ہے جو اس کی روح کے لئے حدِّ رفع ٹھہرایا گیا ہے اور موت کے بعد وہ روح اُس آسمان میں جا ٹھہرتی ہے جو اس کے لئے حدِّ رفع مقرّر کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ حدیث جس میں عام طور پر موت کے بعد روحوں کے اُٹھائے جانے کا ذکر ہے اس بیان کی مؤیّد ہے اور چونکہ یہ بحث نہایت صریح اور صاف ہے اور کسی قدر ہم پہلے لکھ بھی چکے ہیں اس لئے کچھ ضرورت نہیں کہ اس کو زیادہ طول دیا جائے۔

اِس مقام میں یہ بھی بیان کرنے کے لائق ہے کہ بعض مفسّروں نے جب دیکھا کہ درحقیقت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں توفّی کے معنے وفات دینے کے ہیں اور بعد اس کے جو رَافِعُکَ اِلَیَّ واقع ہے وہ بقرینہ صریحہ وفات کے روح کے رفع پر دلالت کر رہا ہے تو انہیں یہ فکر پڑی کہ یہ صریح ہماری رائے کے مخالف ہے اس لئے انہوں نے گویا اپنے تئیں نظمِ فرقانی کا مصلح قرار دے کر یا اپنے لئے استادی کا منصب تجویز کر کے یہ اصلاح کی کہ اس جگہ رَافِعُکَ مقدم اور اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ مؤخر ہے۔ مگر ناظرین جانتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے ابلغ و افصح کلام میں یہ کس قدر بے جا اور اس کلام کی کسرِ شان کا موجب ہے۔ اس جگہ یہ بھی جاننا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ نے جو حضرت مسیح کے حق میں یہ فرمایا کہ وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ (النساء:158) اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ مسیح فوت نہیں ہوا۔ کیا مرنے کے لئے یہی ایک راہ ہے کہ انسان قتل کیا جائے یا صلیب پر کھینچا جائے؟ بلکہ اس نفی سے مدعا اور مطلب یہ ہے کہ توریت استثناء باب 21 آیت 23 میں لکھا ہے کہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔ اور یہود جنھوں نے اپنے زعم میں حضرت عیسیٰ کو پھانسی دے دیا تھا وہ بہ تمسک اس آیت کے یہ خیال رکھتے تھے کہ مسیح ابن مریم نہ نبی تھا اور نہ مقبول الٰہی کیونکہ وہ پھانسی دیا گیا اور توریت بیان کر رہی ہے کہ جو شخص پھانسی دیا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ سو خدائے تعالیٰ کو منظور تھا کہ اصل حقیقت ظاہر کر کے اُن کے اس قول کو ردّ کرے سو اس نے فرمایا کہ مسیح ابن مریم درحقیقت مصلوب نہیں ہوا اور نہ مقتول ہوا بلکہ اپنی موت سے فوت ہوا''۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 273 تا 277)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے بعض درخشندہ پہلو

(از قلم: حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ)

تکلّفات سے پاک زندگی:۔

حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق و عادات کا ایک اور نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ کی زندگی کلیۃً تکلّفات سے پاک تھی۔ یعنی نہ صرف جیسا کہ اس باب کے شروع میں بتایا گیا ہے آپ خوراک اور لباس وغیرہ کے معاملہ میں بالکل سادہ مزاج تھے بلکہ زندگی کے ہر شعبہ اور اخلاق کے ہر پہلو میں آپ کا طریق ہر جہت سے سادہ اور ہر قسم کے تکلّفات سے بالا تھا اور یوں نظر آتا تھا کہ آپ کے اعلیٰ اخلاق تمام مصنوعی آرائشوں سے آزاد ہو کر اپنے قدرتی زیور میں جلوہ افروز ہیں۔ کھانے میں، پینے میں، سونے میں، جاگنے میں، کام میں، آرام میں، تکلیف میں، آسائش میں، سفر میں، حضر میں، عزیزوں میں، بیگانوں میں، گھر کے اندر گھر کے باہر غرض زندگی کے ہر پہلو میں آپ کے اخلاق و عادات اپنے فطری بہاؤ پر چلتے تھے اور ان میں تکلف کی کوئی دور کی جھلک بھی نظر نہیں آتی تھی۔ خاکسار راقم الحروف نے بہت ہی کم ایسے لوگ دیکھے ہیں جن کی زندگی کے کسی نہ کسی پہلو میں کسی نہ کسی جہت سے تکلف کا دخل نہ آجاتا ہو بلکہ حق یہ ہے کہ میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو تکلف سے کلی طور پر پاک ہو مگر حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی تکلّفات سے اس طرح بالا اور ارفع رہی جس طرح ایک بلند پرواز طیارہ زمین کو چھوڑ کر اوپر نکل جاتا ہے۔ مَیں تکلفات کو ہر صورت میں برا نہیں کہتا یقیناً ایک ایسا انسان جو اخلاق کے کمال تک نہ پہنچا ہو اسے اپنے اخلاق کے درست اظہار کے لئے کسی نہ کسی جہت سے تکلف کی ضرورت لاحق ہوتی ہے اور قدرتی حسن کی کمی کو مصنوعی تزئین سے پورا کرنا پڑتا ہے۔ پس اگر عام حالات میں تکلف ایک بری چیز ہے تو بعض خاص حالات میں وہ ایک مفید پہلو بھی رکھتا ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق کو یہ قدرتی حسن حاصل تھا کہ وہ اپنی اکمل صورت کی وجہ سے تکلفات کی آرائش سے بالکل بالا تھے۔

خوراک لباس وغیرہ کا ذکر اوپر گزر چکا ہے کہ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادات نہایت درجہ سادہ تھیں جو کھانا بھی سامنے رکھ دیا جاتا آپ اسے بے تکلفی سے تناول فرماتے اور کبھی کسی کھانے پر اعتراض نہیں کیا اور نہ کبھی کھانے پینے کے شوقین لوگوں کی طرح کسی خاص کھانے کی خواہش کی۔ یہ نہیں کہ ملامتی فرقہ کے لوگوں کی طرح آپ کو اچھے کھانے سے پرہیز تھا اور ضرور ادنیٰ کھانا ہی کھاتے تھے بلکہ جو کھانا بھی میسر آتا آپ اسے خوشی کے ساتھ کھاتے اور عموماً سادہ غذا کو پسند فرماتے تھے۔ اسی طرح جو لباس بھی گھر میں تیار کروا دیا جاتا یا باہر سے تحفۃً آجاتا آپ اسے خوشی کے ساتھ استعمال فرماتے تھے مگر سادہ لباس پسند تھا اور کسی قسم کے فیشن وغیرہ کا خیال تک نہ آتا تھا۔ لباس کے معاملہ میں مجھے اس وقت ایک واقعہ یاد آ گیا ہے جو حاضرین کی دلچسپی کے لئے اس جگہ درج کرتا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے خسر یعنی خاکسار مؤلف رسالہ ہذا کے نانا حضرت میر ناصر نواب صاحب نے اپنے ایک غریب رشتہ دار کو جسے کوٹ کی ضرورت تھی اپنا ایک استعمال شدہ کوٹ بھجوایا۔ میر صاحب کے اس عزیز نے اس بات کو بہت برا منایا کہ مستعمل کوٹ بھیجا گیا ہے اور ناراضگی میں کوٹ واپس کر دیا۔ جب خادم اس کوٹ کو واپس لا رہا تھا تو اتفاق سے اس پر حضرت مسیح موعودؑ کی نظر پڑ گئی۔ آپ نے اس سے حال دریافت فرمایا اور جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ کوٹ میر صاحب کو واپس جا رہا ہے تو حضرت مسیح موعودؑ نے اس خادم سے یہ کوٹ لے لیا اور فرمایا کہ واپس کرنے سے میر صاحب کی دلشکنی ہوگی تم مجھے دے جاؤ۔ میں خود یہ کوٹ پہن لوں گا اور میر صاحب سے کہہ دینا کہ کوٹ ہم نے اپنے لئے رکھ لیا ہے۔ یہ ایک بہت معمولی سا گھریلو واقعہ ہے مگر اس سے حضرت مسیح موعودؑ کے اعلیٰ اخلاق اور بے تکلفانہ زندگی پر کتنی روشنی پڑتی ہے!

ہندوستان کے پیروں اور سجادہ نشینوں میں یہ ایک عام مرض ہے کہ کوئی مرید پیر کے برابر ہو کر نہیں بیٹھ سکتا یعنی ہر مجلس میں پیر کے لئے ایک مخصوص مسند مقرر ہوتی ہے اور مریدوں کو اس سے ہٹ کر نچلی جگہ بیٹھنا پڑتا ہے بلکہ پیروں پر ہی حصر نہیں دنیا کے ہر طبقہ میں مجلسوں میں خاص مراتب ملحوظ رکھے جاتے ہیں اور کوئی شخص انہیں توڑ نہیں سکتا۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں قطعاً کوئی امتیاز نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ کی مجلس میں ہر طبقہ کے لوگ آپ کے ساتھ مل کر اس طرح ملے جلے بیٹھتے تھے کہ جیسے ایک خاندان کے افراد گھر میں مل کر بیٹھتے ہیں۔ اور بسا اوقات اس بے تکلفانہ انداز کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ بظاہر ادنیٰ جگہ پر بیٹھ جاتے تھے اور دوسرے لوگوں کو اچھی جگہ مل جاتی تھی مثلاً بیسیوں مرتبہ ایسا ہو جاتا تھا کہ چارپائی کے سرہانے کی طرف کوئی دوسرا شخص بیٹھا ہے اور پائنتی کی طرف حضرت مسیح موعودؑ ہیں یا ننگی چارپائی پر آپ ہیں اور بستر والی چارپائی پر آپ کا کوئی مرید بیٹھا ہے یا اونچی جگہ میں کوئی مرید ہے اور نیچی جگہ میں آپ ہیں۔ مجلس کی اس صورت کی وجہ سے بسا اوقات ایک نووارد کو دھوکا لگ جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کون ہیں اور کہاں بیٹھے ہیں۔ مگر یہ ایک کمال ہے جو غالباً صرف انبیاء کی جماعتوں میں ہی پایا جاتا ہے کہ اس بے تکلفی کے نتیجہ میں کسی قسم کی بے ادبی نہیں پیدا ہوتی تھی بلکہ ہر شخص کا دل محبت اور ادب و احترام کے انتہائی جذبات سے معمور رہتا تھا۔

خادموں تک سے پوری بے تکلفی کا برتاؤ تھا۔ مثلاً ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ اوائل زمانہ میں کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ سفر کے خیال سے گھر سے نکلے اور ایک خادم اور ایک گھوڑا ساتھ تھا۔ آپ نے اصرار کے ساتھ خادم کو گھوڑے پر سوار کرا دیا اور خود پیدل چلتے رہے یا خادم کے ساتھ باری مقرر کر لی کہ چند میل تک تم سوار رہو اور پھر چند میل تک میں سوار ہوں گا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ سفر میں بالعموم خادم کو اچھا کھانا دیتے تھے اور خود معمولی کھانے پر اکتفا کرتے تھے۔ ایک شخص نے جسے شروع کے زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ خادم اور مصاحب کے طور پر سفر کرنے کا اتفاق ہوا تھا مجھ سے ذکر کیا کہ عموماً حضرت مسیح موعودؑ مجھے ایک وقت کے کھانے کے لئے چار آنے کے پیسے دیتے تھے اور خود ایک آنہ کے کھانے پر گزارہ کرتے تھے۔ یہ غالباً اس لئے تھا کہ آپ یہ خیال فرماتے ہوں گے کہ یہ شخص اس قدر سادہ غذا پر گزارہ نہیں کر سکتا جس پر کہ خود آپ کر سکتے ہیں۔

گھر کے کام کاج میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت نہایت درجہ سادہ اور تکلفات سے آزاد تھی۔ ضرورت کے موقعہ پر نہایت معمولی معمولی کام اپنے ہاتھ سے کر لیتے تھے اور کسی کام میں عار نہیں محسوس کرتے تھے مثلاً چارپائی یا بکس وغیرہ اٹھا کر ادھر ادھر رکھ دینا یا بستر بچھانا یا لپیٹنا یا کسی مہمان کے لئے کھانے یا ناشتہ کے برتن لگا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا وغیرہ وغیرہ۔ خاکسار کو یاد ہے کہ وبائی امراض کے ایام میں بسا اوقات حضرت مسیح موعودؑ خود بھنگن کے سر پر کھڑے ہو کر نالیوں کی صفائی کرواتے تھے اور بعض اوقات نالیوں میں خود اپنے ہاتھ سے پانی بہا کر فینائل وغیرہ ڈالتے تھے۔ غرض حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی ہر جہت سے بالکل سادہ اور تکلفات کی آلائش سے بالکل پاک تھی۔

(سلسلہ احمدیہ جلد اوّل)

خلافت

خلافت باعث صد جلوہ ہائے نور یزدانی
خلافت سرّ شان و شوکتِ آیات قرآنی

خلافت رحمت حق مظہر صد لطفِ ایمانی
خلافت آفتاب و نیّر ملّت کی تابانی

خلافت ظلمتِ کفر و ضلالت کیلئے مشعل
خلافت نعرۂ حق نغمۂ توحید ربّانی

نگاہِ بوبکرؓ سے دشمنانِ دیں پراگندہ
شکستہ ہیبت فاروقؓ سے اجسام شیطانی

خلافت دولتِ گم گشتہ انسان ناطاقت کی
خلافت برکت صبر و رضا و عشق عثمانیؓ

خلافت نے بشر کو عشق کے وہ راز سمجھائے
کہ جن کو دیکھ کر ہوتی ہے حیرت کو فراوانی

خلافت نے وہ حسن زندگی بخشا ہے دنیا کو
چمکتی ہے جمال پاک سے عالم کی پیشانی

خلافت کیا ہے انوارِ نبوت کا تتمہ ہے
انہی انوار سے روشن ہے چشم نوع انسانی

خلافت کی ردائے نور چھینے کوئی ناممکن
خدا خود کر رہا ہے جس خلافت کی نگہبانی

بحمد اللہ عروج آدم خاکی کا دور آیا
میسر ہے ہمیں پھر شوقؔ یہ انعام رحمانی

(عبدالحمید خان شوق)

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،
گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔ عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر 47

گزشتہ قسط میں مصر پر اسرائیلی برطانوی اور فرانسیسی جارحیت کا ذکر ہوا تھا اور ہم نے مصر کی جانب سے اسلامی ممالک کے مفادات کی حفاظت اور انکی حمایت پر قائم رہنے کی وجہ سے جماعت احمدیہ کی طرف سے مصر کے موقف کی تائید اور ان سے اظہار ہمدردی کا ذکر کیا تھا۔ اس سلسلہ میں چند مزید امور کا بیان ذیل میں کیا جاتا ہے۔

تعلیم الاسلام کالج یونین کی طرف سے مصر پر حملہ کی مذمت

تعلیم الاسلام کالج یونین کے وائس پریذیڈنٹ مکرم عطاء الکریم صاحب شاہد نے مصر پر حملہ کی پرزور مذمت کرتے ہوئے یونین کے جملہ اراکین کی طرف سے 8 نومبر 1956ء کو سفیر مصر مقیم کراچی کے نام ایک خط لکھا جس میں اہل مصر کی پرزور تائید وحمایت کا یقین دلایا گیا۔ اس خط کے جواب میں سفیر مصر نے لکھا:

"مصر پر برطانیہ فرانس اور اسرائیل کے جارحانہ حملہ کی مذمت میں آپ کا خط محررہ 8 نومبر 1956ء موصول ہوا۔ آپ کے جملہ اراکین نے موجودہ نازک وقت میں مصر کے ساتھ جن ہمدردانہ جذبات کا اظہار کیا ہے اور پرزور طور پر تائید وحمایت کا یقین دلایا ہے اس پر ہماری طرف سے انتہائی پرخلوص شکریہ قبول فرمائیں اور ہمارے جذبات تشکر کو تمام اراکین تک پہنچادیں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ خیر سگالی کے جذبات ظاہر کرنے پر مصر کی حکومت اور عوام اپنے پاکستانی بھائیوں کے ممنون ہیں اور جواباً نہایت پُرخلوص طور پر وہ بھی خیر سگالی کے ایسے ہی جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

آپ کا مخلص وزیر مختار

عبدالحسیب فرسٹ سیکرٹری سفارت خانہ مصر کراچی۔

(الفضل 29 نومبر 1956ء صفحہ 8)

جماعت احمدیہ انڈونیشیا کا پیغام ہمدردی

مصر پر اس مذکورہ وحشیانہ حملہ کے معاً بعد راڈین ہدایت صاحب جاکرتا صدر جماعتہائے احمدیہ انڈونیشیا نے بھی انڈونیشین احمدیوں کی طرف سے جمال عبدالناصر کے نام ہمدردی اور دعا کا ایک خصوصی پیغام ارسال کیا جس میں ان طاقتوں کے جارحانہ حملہ کی مذمت کے علاوہ اہل مصر کے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار کیا نیز دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مصر کو حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کی توفیق دے اور سرفراز کرے، اور اپنی خاص تائید ونصرت فرمائے۔

خط میں مزید یہ لکھا گیا کہ اگر روئے زمین کے مسلمان پورے خشوع وخضوع کے ساتھ دعائیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان حملہ آوروں کو پسپا کردے گا۔ نیز انڈونیشین حکومت سے درخواست کی کہ وہ اہل مصر کی ہرممکن مدد کے لئے بروقت اور فوری قدم اٹھائے کیونکہ 1947ء میں جمہوریہ انڈونیشیا کے قیام پر سب سے پہلے مصر نے ہی اسے تسلیم کیا تھا نیز انڈونیشیا کی جدوجہد آزادی میں مصر نے ہر قسم کی اخلاقی اور مادی امداد بہم پہنچائی تھی۔

ہمدردی اور دعا کے مخلصانہ پیغام کے جواب میں جمہوریہ مصر کے صدر جمال عبدالناصر کی طرف سے حسب ذیل پیغام موصول ہوا:

جناب راڈین ہدایت صدر جماعت احمدیہ انڈونیشیا!

آپ کے مشفقانہ پیغام نے مجھ پر گہرا اثر کیا ہے۔

میری طرف سے دلی اور پرخلوص شکریہ قبول فرمائیں۔

جمال عبدالناصر

(الفضل 27 نومبر 1956ء صفحہ 1)

حضرت ولی اللہ شاہ صاحبؓ کا ایک اور خط

پچھلی قسط میں ذکر ہو چکا ہے کہ عالمگیر جماعت احمدیہ کی طرف سے حضرت ولی اللہ شاہ صاحب نے جو خیر سگالی کا خط مصری صدر جمال عبدالناصر کو ارسال کیا تھا صدر مصر نے اس کا نہایت پرخلوص جواب ارسال فرمایا تھا۔ جب یہ جواب موصول ہوا اس وقت جنگ ختم ہو چکی تھی چنانچہ حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب نے صدر مصر کو مندرجہ ذیل عربی مکتوب لکھا:

ربوة

٥٦/١١/٢٦

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده ونصلي على رسوله الكريم

فخامة السيد جمال عبد الناصر رئيس الجمهورية المصرية

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

وبعد، فقد تلقيت برقية فخامتكم المؤرخة في ١٩٥٦/١١/١٩ المعبرة عن عواطف الشكر والامتنان فكان لها الصدى الحسن لدى إمام الجماعة الأحمدية الذى أثلجت صدره أخبار وقف العدوان الإنكليزي والأفرنسي والإسرائيلي وفشل المؤامرة التى حاكها الاستعمار ضد مصر العزيزة وهو يدعوه تعالى أن يكلأكم والشعب المصرى بعنايته لتكونوا الدرع القوى الغربى لكعبة الإسلام ضد أعدائه.

ألا إن حضرة إمام الجماعة الأحمدية لا زال مهتمًّا اهتماما عظيما بقضية الخطر الصهيوني الذى يهدد البيت الحرام مباشرة حتى رأينا يقترح منذ ثماني سنوات على الشعب الباكستاني بفرض ضريبة تساوى الواحد بالمائة من أملاك كل باكستان تخصص لمساعدة عرب فلسطين ضد إسرائيل وسواها من أعداء الإسلام والعروبة ---وهناك خطب عديدة ألقاها حضرته فى هذا الموضوع مقترحًا فيها الخطوات العملية الممكنة.

فالمهم أن حضرته لا زال مهتما اهتماما عظيما بقضية الخطر الصهيوني وما فتئ وأفراد الجماعة داعيا الله عز وجل أن يحفظ البيت الحرام ويجمع المسلمين على حبل الله وتقواه ويلهمهم سبيل الرشاد.

صان الله مصر وحفظكم، آمين.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

ناظر الأمور الخارجية للجماعة الأحمدية

سیدزین العابدین ولی اللہ شاہ

ترجمہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت گرامی ہز ایکسیلنسی جمال عبد الناصر رئیس جمہوریہ مصر۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کا شکر وامتنان کا تار مؤرخہ 19 نومبر 1956ء موصول ہوا جس کا حضرت امام جماعت احمدیہ پر گہرا اثر ہوا اور اطمینان قلب ہوا کہ انگریزوں فرانسیسیوں اور اسرائیلیوں کا جور وظلم رک گیا۔ اور امپیریلزم نے جو منصوبہ مصر کے متعلق باندھا تھا وہ ناکام رہا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو اور مصری قوم کو اپنے خاص فضل سے مدد کرے تاکہ آپ دشمنوں کے مقابلے میں کعبہ اسلام کے رکن حصین بنیں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ کو صیہونی خطرہ کے متعلق ہمیشہ فکر رہا ہے کیونکہ اس کا زبردست اثر بیت اللہ پر پڑتا ہے یہ فکر اس حد تک ہے کہ آٹھ سال ہوئے آپ نے یہ تجویز پیش فرمائی تھی کہ ہر پاکستانی اپنے املاک پر ایک فیصدی چندہ دے تاکہ فلسطینی عربوں کو اسرائیلی اور دیگر دشمنان اسلام وعرب کے خلاف اپنی جدوجہد میں اس روپے سے مدد حاصل ہو......

مزید برآں حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس موضوع پر کئی تقاریر بھی فرمائیں تاکہ عملی قدم اٹھانے کے لئے تحریک ہو۔ الغرض حضرت امام جماعت احمدیہ کو یہودی خطرہ کا پورا احساس وفکر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ بیت اللہ کی حفاظت فرمائے اور مسلمانوں کو تقویٰ پر اکٹھا کرے اور انہیں نیکی کے راستہ پر چلنے کی تحریک فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مصر کو ہر شر سے محفوظ رکھے اور اسکا حامی وناصر ہو۔

جمال عبدالناصر کا جواب

صدر جمہوریہ مصر جمال عبدالناصر کی طرف سے مندرجہ بالا خط کا حسب ذیل جواب موصول ہوا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

رئاسة الجمهورية

سيادة زين العابدين

مكتب الرئيس-ولي الله شاه باكستان

تحية طيبة

وبعد، فأشكر لك ورسالتك الكريمة التى أعربت فيهاعن الشعور الطيب لسيادة إمام الجماعة الأحمدية نحو مصر فى كفاحها ضد الاستعمار متحالفا مع الصهيونية.

كما أشكر لسيادته اهتمامه بالقضية الفلسطينية والعمل على درء الخطر الصهيونى الجاثم فى إسرائيل والمسائدين لها. والله يوفقنا ويسدد خطانا ويثبت أقدامنا ويجمعنا على كلمة سواء.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

رئيس الجمهورية جمال عبد الناصر

القاهرة 17/ ديسمبر 1956ء

ترجمہ خط رئیس جمہوریہ مصر بنام ناظر امور خارجہ حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ

آپ کے نیک پیغام کا شکر گزار ہوں جس میں امام جماعت احمدیہ کی طرف سے مصر کی اس جدوجہد کے بارے میں پاکیزہ جذبات کا اظہار کیا گیا ہے جو اس نے مغربی استعمار اور یہودی خطرہ کے خلاف جاری کررکھی ہے۔ میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مسئلہ فلسطین اور یہودی خطرہ کے بارہ میں جو اسرائیل اور اسکے مددگاروں کی طرف سے رونما ہوا ہے اتنا فکر فرمایا ہے اور دعائیں کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے اور ہمارے پائے ثبات کو تقویت بخشے اور تمام مومنوں کو صحیح راستہ پر چلائے اور کلمہ حق پر سب کو جمع کرے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

صدر جمہوریہ جمال عبدالناصر

(الفضل 12 جنوری 1957ء صفحہ 3)

جماعت احمدیہ کا اسلامی تعلیمات کا آئینہ دار نمونہ

مصر پر حملہ کے بعد جماعت احمدیہ نے جس طرح مرکزی، علاقائی اور انفرادی سطح پر پیغامات کے ذریعہ مصری حکومت وعوام کے موقف کی تائید کی اور اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا اس تمام کارروائی کو اگر ایک منصفانہ اور غیر جانبدارانہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ اس حدیث نبوی کی عملی تصویر پیش کرتی ہے، جس میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے جس کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم اسکے لئے تکلیف محسوس کرتا ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ گواہ ہے کہ اسلامی ممالک کے دکھ درد کو جماعت نے سب سے بڑھ کر محسوس کیا۔ انکی فلاح وبہبود کے لئے ہرممکن کوشش کی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دعائیں کیں۔ لیکن بدقسمتی سے اکثر اوقات جماعت کے اخلاص کو شک کی نظر سے دیکھا گیا۔ آج ہر طرف بے حسی اور مسلمانوں کی صفوں میں تفرقہ کی وجہ سے اس درجہ کے اخلاص کا نمونہ عنقا ہے۔ بعض مسلم ممالک اور مسلمانوں کے غیر اسلامی سلوک کے باوجود جماعت احمدیہ آج بھی اپنے امام کی پیروی اور راہنمائی میں اپنی اسی ڈگر پر چل رہی ہے کیونکہ یہی وہ راہ ہے جس پر چلنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جس پر کاربند رہنے کی رسول خدا ﷺ نے تلقین فرمائی ہے۔

حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصریؓ کی وفات

حضرت مولانا غلام نبی صاحبؓ نہایت خاموش طبیعت اور بے نفس بزرگ صحابی تھے۔ آپ نے 1898ء میں بیعت کی اور 27 اپریل 1956ء کو

آپ کی وفات ہوئی۔آپ کو مصر میں بھی تبلیغ احمدیت کی توفیق ملی۔آپ کی سیرت کے بعض نورانی پہلوؤں کے ساتھ مصر میں تبلیغ کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

آپ کی تمام عمر تعلیمی خدمات بجا لانے میں وقف رہی۔قرآن کریم سے عشق تھا اور مطالعہ کا جنون کی حد تک شوق۔آپ کے والد صاحب نے بچپن میں آپ کو ایک مولوی رکھ کر دیا جس نے آپ کو قرآن پڑھایا۔آپ نے ان مولوی صاحب کی اس قدر عزت کی کہ اپنی زمین کا ایک ٹکڑا ان کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر دیا۔طب کی تعلیم بھی حاصل کی اور ہجرت کر کے قادیان آگئے۔

حضرت مولوی نورالدینؓ کو کتابیں جمع کرنے کا ایک عشق تھا۔ اس سلسلہ میں آپ کی نظر انتخاب مولانا غلام نبی صاحبؓ پر پڑی۔ چنانچہ آپ کو نایاب اور قدیم کتابوں اور قلمی نسخوں کی نقل کرنے کیلئے بھوپال بھجوا دیا۔قیامِ بھوپال کے دوران آپ نے کمال محنت اور عرقریزی سے کام لیا اور مفوضہ کام بلا معاوضہ کرتے رہے۔لیکن بھوپال کے کتب خانہ سے بھی آپ کو مولانا نورالدینؓ کی بعض مطلوبہ کتب نہ مل سکیں اور آپ کو معلوم ہوا کہ یہ کتب مصر سے دستیاب ہو سکیں گی۔اس پر آپ بھوپال سے مصر کے لئے روانہ ہو گئے۔اس وقت آپ کے پاس چند ایک روپے اور ایک کمبل تھا۔کراچی آ کر اسے فروخت کیا اور کرایہ بنا کر بصرہ جا پہنچے۔بصرہ سے آگے مصر تک کا سفر پیدل طے کیا۔اگر کوئی قافلہ مل جاتا تو اس کے ساتھ شامل ہو جاتے ورنہ اکیلے ہی چلتے رہتے۔بالآخر کئی دنوں کی مسافت کے بعد آپ مصر پہنچ گئے۔اپنے کام کے ساتھ اس قدر مخلص تھے کہ باوجود اس کے کہ ابھی تک کام کا معاوضہ بھی نہیں ملا تھا آپ نے خود ہی یہ فیصلہ کیا کہ حضرت مولانا نورالدینؓ کی مطلوبہ کتب اگر مصر سے دستیاب ہوسکتی ہیں تو مصر کا سفر اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔اور پھر بے سروسامانی کی حالت میں یہ سفر اختیار کیا جس کا ایک بڑا حصہ پیدل طے کیا۔اور سب سے بڑی بات یہ کہ حضرت خلیفہ اول کو روانگی کے بارہ میں کچھ نہیں بتایا بلکہ مصر پہنچ کر خط لکھا کہ میں مصر میں مطلوبہ کتب نقل کر رہا ہوں۔

لائبریری میں سیاہی ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی لہذا آپ کتب کی نقل پنسل کے ساتھ کرتے تھے اور رات کو گھر میں سیاہی کے ساتھ لکھتے رہتے تھے۔اس کے علاوہ جامعہ الأزہر کے درس میں بھی شریک ہوتے اور باقی وقت پھیری لگا کر اپنے گزارہ کا سامان کرتے۔

اس بے بضاعتی کے باوجود آپ نے مصر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتابوں کی اشاعت کی۔ چنانچہ اخبار بدر 14/نومبر 1902ء سے پتہ چلتا ہے کہ 3/نومبر 1902ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں بھی آپ کی تبلیغی خدمات کا ذکر آیا تھا۔چنانچہ لکھا ہے:

”مولوی غلام نبی صاحب احمدی کا خط مصر سے حکیم الأمت مولوی نور الدین صاحب کے نام آیا تھا۔وہ حضرت اقدس کی کتابوں کی خوب اشاعت کر رہے ہیں۔“

حضرت مولوی صاحب مصر میں تین سال تک قیام کرنے کے بعد اپریل 1905ء میں وطن واپس پہنچے۔اخبار بدر 27/اپریل 1905ء میں آپ کی آمد کی خبر ان الفاظ میں شائع ہوئی:

”ملک مصر سے مولوی غلام نبی صاحب احمدی واپس ہندوستان تشریف لائے ہیں۔قریباً تین سال تک انہوں نے اس ملک میں قیام کیا اور نیز سلسلہ احمدیہ کی اشاعت میں مصروف رہے ہیں۔“

قیام مصر کے دوران مولوی صاحب نے چند مخالفوں کے ساتھ مباحثات بھی کئے۔ چنانچہ ایک مباحثہ دربارہ حیات ووفات مسیح ناصری ملک مصر میں اپنے خرچ پر طبع بھی کروایا جس کی بعض کاپیاں آپ ساتھ بھی لائے تھے۔اس کا نام ہدیہ سعدیہ رکھا تھا۔

مصر سے واپسی کے بعد آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں استاد مقرر ہوئے۔آپ سے دینیات کی تعلیم حاصل کرنے والے اصحاب میں حضرت حافظ روشن علی صاحب، سید عبدالحی صاحب عرب، اور ابوسعید عرب صاحب شامل ہیں۔

(الحکم 21/ ستمبر 1923ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد18 صفحہ290تا298)

(باقی آئندہ)

مجلس خدام الاحمدیہ بینن کے

سالانہ اجتماع 2009ء کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ: ناصر احمد محمود طاہر۔مبلغ سلسلہ بینن)

خلافت حقہ اسلامیہ کے دئے ہوئے تربیتی پروگراموں میں سے ایک اجتماعات کا ایسا شاندار نظام ہے کہ خواہ اجتماعات خدام کے ہوں یا انصار کے یا لجنہ کے ان میں تربیت ہی تربیت نظر آتی ہے۔

بینن ایک نومبائع ملک ہے جہاں سال 2009ء کا یہ اجتماع 10، 11 اور 12 اپریل 2009ء کو منعقد ہوا۔اس دفعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق کہ ”افریقہ کی جماعتوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہئے“۔یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام خدام ٹرانسپورٹ کا 20 فیصد حصہ خود برداشت کریں۔اور اس طرح ہر سال یہ معیار بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ چند سالوں میں خدام خود اپنے خرچ پر ہی آئیں گے۔انشاءاللہ۔

یہ فیصلہ ایک خاصا بھاری عمل تھا۔ کیونکہ دور دراز اور جنگلوں سے آنے والے خدام کو یہ خرچ برداشت کرنا مشکل تھا جبکہ عوام اقتصادی لحاظ سے بہت مشکل میں ہیں۔اس لئے خیال تھا کہ شاید حاضری پر اثر پڑے گا۔اس سلسلہ میں کافی محنت کی گئی۔ہر پندرہ دن کے بعد جائزہ لیا جاتا رہا۔

پہلا دن

بینن کے مرکزی مشن ہاؤس Portonovo کے ملحقہ احاطہ میں اجتماع کے لئے خیمے لگائے گئے۔صبح دس بجے یکا یک نعروں کی گونج سنائی دی۔دیکھا تو اٹلانٹک ریجن کے 25 خدام موٹر سائیکلوں کے ذریعہ 150 کلومیٹر سے زائد کا فاصلہ طے کر کے پہنچے۔اسی طرح مگاسا گاؤں کا ایک 18 سالہ خادم جس کے پاس نہ موٹر سائیکل تھا نہ ٹرانسپورٹ کے پیسے۔اس نے ایک دن پہلے سے سفر شروع کیا اور سائیکل پر 110 کلومیٹر سے زائد کا دشوار گزار اور کچے راستوں کا سفر طے کر کے اجتماع میں پہنچا۔یہ خادم وقف نو کی تحریک میں شامل ہے۔

شام چار بجے تک مختلف ریجنز سے خدام کے قافلے پہنچتے رہے۔خدام کے اکثر قافلے ویگنوں اور بسوں پر آرہے تھے اوران بسوں پر سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ لکھا ہوا تھا۔

افتتاحی تقریب

شام پانچ بجے افتتاحی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ پھر عہد دہرایا گیا اور قصیدہ کے بعد صدر صاحب خدام الاحمدیہ مکرم آکوبی حنبل صاحب نے افتتاحی تقریر کی جس میں انہوں نے ڈسپلن، اطاعت اور اعلیٰ اخلاق کے نمونے قائم کرنے کی خدام کو نصیحت کی۔

ناظم اعلیٰ اجتماع کے پروگرام سنانے کے بعد خدام کے علمی مقابلے شروع ہوئے جس میں تلاوت قرآن کریم، تقریر، اذان اور دینی معلومات کے مقابلے شامل تھے جن میں خدام نے خوب دلچسپی سے حصہ لیا۔

بینن کے بارہ ریجنز ہیں اور ہر ریجن سے پانچ رکنی ٹیم دینی معلومات کے مقابلہ میں شامل تھی۔دینی معلومات کا کورس ہر ریجن میں بھجوا دیا گیا تھا۔اسی میں سے یہ مقابلہ ہوا۔ان معلومات میں ادعیہ جوبلی، دعائے قنوت، دعا وطریق جنازہ، عہد خدام واطفال اور عہد وفائے خلافت کو یاد کرنا لازمی تھا۔ہر ریجن نے خوب تیاری کی ہوئی تھی۔مقابلہ بڑا دلچسپ رہا۔اس مقابلہ میں اول پوزیشن ریجن پورٹونووو (Portonovo) نے لی۔یہ مقابلہ رات ایک بجے تک جاری رہا۔

دوسرا دن

گیارہ اپریل دوسرے دن کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم دیا گیا۔

اس دن کا اہم پہلو صدر صاحب خدام الاحمدیہ کا انتخاب اور دوسرے سیشن میں ورزشی مقابلے ہوئے۔ پہلا سیشن دس بجے شروع ہوا اور لوکل مشنری مکرم عبدالعزیز ابراہیم صاحب نے ”خدام الاحمدیہ کی ذمہ داریاں“ کے عنوان پر تقریر کی۔ بعدازاں اسلام کا مالی نظام اور اس کی اہمیت پر تقریر ہوئی اور پھر خدام الاحمدیہ کے چندوں کو بڑھانے کے سلسلہ میں مختلف تجاویز لی گئیں۔اس سیشن کے آخر پر مکرم امیر صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ کی طرف سے نئے صدر خدام الاحمدیہ مکرم آروند ابوبکر صاحب کے نام کا اعلان کیا۔دوپہر کے کھانے کے بعد مغرب تک بین الاضلاعی ورزشی مقابلہ جات ہوئے جن میں فٹ بال، رسہ کشی اور بوری ریس کے مقابلے ہوئے۔

تیسرا اور آخری دن

اجتماع کا تیسرا اور آخری دن کا آغاز بھی نماز تہجد سے ہوا نماز فجر اور درس کے بعد گزشتہ روز کے فائنل مقابلے ہوئے۔ ناشتہ کے بعد اختتامی تقریب شروع ہوئی۔

تلاوت، عہد اور نظم کے بعد سابق صدر جناب آکوبی حنبل صاحب اور نئے صدر مکرم آرونہ ابوبکر کے خطابات ہوئے اور پھر مکرم امیر صاحب نے مقابلہ جات میں سبقت لے جانے والے خدام اور ٹیموں میں انعامات تقسیم کئے۔اور اختتامی خطاب فرمایا۔

اختتامی خطاب کے لئے ”نوجوان نسل میں خدام الاحمدیہ کی تنظیم اور ایک خادم کی ذمہ داریاں“ کے عنوان پر ایک جامع خطاب کیا۔بعدازاں دعا اور نماز ظہر وعصر سے اجتماع کا اختتام ہوا۔الحمدللہ علی ذلک۔

امسال اجتماع میں 12 ریجنز کی 134 جماعتوں سے 748 خدام نے شرکت کی جو کہ گزشتہ سال کی حاضری سے تقریباً دوسو زیادہ ہے۔

حاضری کے لحاظ سے Bohican ریجن اول رہا جس کے 91 خدام 212 کلومیٹر کا دشوار گزار فاصلہ طے کر کے اجتماع میں پہنچے۔دوسرے نمبر پر Couffo ریجن رہا جن کے 88 خدام نے 253 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر اجتماع میں حاضر ہوئے۔تیسرے نمبر پر کانڈی ریجن آیا جن کے 88 خدام 600 کلومیٹر سے زائد کا فاصلہ طے کر اجتماع میں شامل ہوئے۔

لنگر خانہ کے لئے ہمیشہ لجنہ کی ٹیم نے اجتماع میں شامل ہونے والے خدام کے لئے کھانا پکایا۔مگر امسال خدام کی اپنی ٹیم نے کھانا بنایا۔748 افراد کے لئے خدام کی ٹیم نے خود لنگر چلایا۔مکرم آلاموملک صاحب کی محنت اور مہارت تھی کہ 15 خدام کی ٹیم کے ساتھ تین دن تینوں وقت کا کھانا پکانے اور کھانے کا انتظام کیا۔

قارئین سے درخواست دعا ہے۔اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے مثبت اثرات قائم فرمائے اور شاملین کو ازدیاد ایمان سے نوازے اور بینن کا قدم ہر آن خلافت کی محبت اور اطاعت نظام میں بڑھتا ہی چلا جائے۔آمین

نصیحت بار بار کی جائے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

”جماعت کو یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ عام روزمرہ کے جماعتی تقاضوں پر سزا دینے کا اور تعزیر کی دھمکی دے کر نیکیوں پر قائم رکھنے کا رجحان آخر کار نفع مند ثابت نہیں ہوسکتا اور بعید نہیں کہ فوائد کی بجائے نقصانات زیادہ اٹھانے پڑیں۔بہترین طریق اَمر بِالْمَعْرُوْف اور نَھْیِ عَنِ الْمُنکَر کا نظام ہے۔ بدرسوم کے خلاف بھی اس کو استعمال کرنا چاہئے۔ بے پردگی اور فحاشی کے رجحانات کو روکنے کے لئے بھی اسے ہی استعمال کرنا چاہئے اور نیک رسم ورواج کے قیام کے لئے بھی اور میانہ روی کو جماعتی کردار کا حصہ بنانے کے لئے بھی یہی سب سے مؤثر طریق ہے۔یہی ہتھیار ہے جماعت کے ہاتھ میں جس کو نظام جماعت باقاعدہ نظم وضبط کے ساتھ جاری کرے اور اس کو نشو ونما دے۔

نصیحت اگر ایک دفعہ اثر نہیں کرتی تو پھر کی جائے اور پھر کی جائے حتیٰ کہ ”ذَکِّــــر“ کا مضمون جاری ہو جائے اور ”اِنْ نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی“ کا نتیجہ ظاہر ہونے لگ جائے۔“

(رپورٹ شوریٰ 1990ء)

خطبہ جمعہ

خدا تعالیٰ کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جس کو انسان بجالا نہ سکے یا اُس کی طاقت اور قدرت سے بالا ہو۔ پس یہ انسان کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرے اور جب یہ کوشش ہوگی تبھی ایک مومن اللہ تعالیٰ کے اُن انعامات کو پانے والا ٹھہر سکتا ہے جس کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

تزکیہ نفس کے لئے یہ دعائیں انتہائی ضروری ہیں کیونکہ جب تزکیۂ نفس ہوگا تو لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا کا صحیح ادراک بھی ہوگا۔

(سورۃ البقرۃ کی آخری آیت کی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے پر معارف تشریح)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ 29 رمئی 2009ء بمطابق 29 رہجرت 1388 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَااكْتَسَبَتْ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا۔ رَبَّنَا وَلَاتَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَابِهٖ۔ وَاعْفُ عَنَّا۔ وَاغْفِرْلَنَا۔ وَارْحَمْنَا۔ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ (البقرہ:287)

جو آیت مَیں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ ہے کہ اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اُس کے لئے ہے جو اُس نے کمایا اور اس کا وبال بھی اُسی پر ہے جو اُس نے (بدی کا) اکتساب کیا۔ اے ہمارے ربّ! ہمارا مواخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے۔ اور اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا ہم سے پہلے لوگوں پر (ان کے گناہوں کے نتیجہ میں) تُو نے ڈالا۔ اور اے ہمارے ربّ ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو۔ اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر۔ تُو ہی ہمارا والی ہے۔ پس ہمیں کافر قوم کے مقابلے پر نصرت عطا کر۔

اس آیت کے شروع میں ہی خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا کہ اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی صلاحیتوں اور اس کی استعدادوں سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ پس وسعت کا لفظ جب انسان کے لئے بولا جاتا ہے تو اس کی محدود صلاحیتوں اور استعدادوں کو سامنے رکھتے ہوئے بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا سے ظاہر ہے۔ لیکن جیسا کہ مَیں گزشتہ خطبوں میں بتا چکا ہوں خدا تعالیٰ کے لئے وَاسِع کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہ خدا کی صفت اور نام ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ صلاحیتوں کی اور استعدادوں کی کوئی قید نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جہاں جامع الصفات ہے اور تمام طاقتوں اور قدرتوں کا مالک ہے وہاں اس کی طاقتوں اور قدرتوں اور علم کی اتنی وسعت ہے جس کا کوئی کنارا نہیں۔ اس لئے اُن کے احاطہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بہر حال اس آیت کے حوالے سے مَیں چند باتیں کہوں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کی روشنی میں ہیں کہ انسان کو مختلف حالات میں اس کی وسعت کے لحاظ سے، اس کی طاقتوں اور استعدادوں کے لحاظ سے مکلّف بنایا گیا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جس کو انسان بجا نہ لا سکے یا اُس کی طاقت اور قدرت سے بالا ہو۔ پس یہ انسان کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرے اور جب یہ کوشش ہوگی تبھی ایک مومن اللہ تعالیٰ کے اُن انعامات کو پانے والا ٹھہر سکتا ہے جس کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

پس اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ احکامات جو انسان کی طاقت اور استعدادوں کے مطابق ہیں، دے کر ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق جزا سزا کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ اور خلاف عقل یہ نظریہ پیش نہیں کرتا کہ ایک معصوم نبی کو تورات کی تعلیم کے مطابق لعنتی موت مارا کہ قیامت تک آنے والے لوگ غلطیاں کرتے رہیں، گناہ کرتے رہیں، خدا تعالیٰ کی عبادت سے غافل رہیں، تب بھی کوئی فکر کی بات نہیں ہے کیونکہ ایک معصوم نبی اور اللہ تعالیٰ کا فرستادہ اُن کے اِن گناہوں کے لئے لعنتی موت قبول کر چکا ہے۔ لیکن قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کا کیا فطرت کے مطابق اور حکیمانہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہر ایک کی کمزوریوں اور صلاحیتوں کے مطابق ہیں اور پھر یہ کہ انسان کا نیک اعمال بجالانا اور ان کو بجالانے کے لئے کوشش کرنا اسے تمام گناہوں سے کلیّۃً پاک نہیں کر دیتا۔ کیونکہ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ انسان کی رگوں میں شیطان خون کی طرح دوڑ رہا ہے۔ اس لئے کئی ایسے مواقع پیدا ہو سکتے ہیں کہ انسان بعض غلطیاں اور گناہ غیر ارادی طور پر کر لے تو اُس کا کام ہے کہ استغفار کرتے ہوئے ان سے بچنے کی کوشش کرے اور نیکیوں کی طرف بڑھنے کی کوشش کرے۔ اُن اعمال کو بجالانے کی کوشش کرے جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کے لئے ایک جدوجہد کرے تو خدا تعالیٰ جو وسیع تر رحمت والا ہے اور وسیع تر بخشش والا ہے اپنے بندے کی طرف بخشش اور رحم کی نظر سے متوجہ ہوتا ہے۔ پس یہ خوبصورت تعلیم ہے جو قرآن کریم نے ہمیں دی ہے۔ جس کے لئے کسی کفّارہ کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ اور یہ کس طرح اور کن کن باتوں پر حاوی ہوتا ہے۔ وہ کون کون سی حالتیں

ہیں جہاں انسان اپنے اعمال کا مکلّف نہیں اور کہاں وہ قابلِ مواخذہ ہوگا۔

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت علمی سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ گو یہاں یہ تو پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کی وسعت علمی سے زیادہ اس پر بوجھ نہیں ڈالتا لیکن ساتھ ہی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا(طٰہٰ:115) اب یہ دعا جو آنحضرت ﷺ کو سکھائی گئی جن کو ایسا علم دیا گیا تھا جو قیامت تک کے علوم پر حاوی ہے اور جو قرآن کریم نازل ہو رہا تھا خدا تعالیٰ کے علم میں تھا کہ کیا کیا علم وعرفان کے خزانے آپؐ پر نازل ہونے ہیں۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرآن کریم کے نازل ہونے کے بارہ میں جلدی سے کام نہ لو بلکہ یہ دعا کئے جاؤ کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ علم میں ترقی دیتا رہے تا کہ علم وعرفان کا جو سمندر اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے میں موجزن فرمایا تھا، اس میں وسعت پیدا ہوتی چلی جائے۔

اور جب قرآن کریم نازل ہو گیا تب بھی آپ ﷺ کی یہ دعا تھی۔ تو آپ کے ماننے والوں کو اس دعا کی کس قدر ضرورت ہے اور اپنے علم کو وسعت دینے کی کس قدر ضرورت ہے۔ اس کے لئے آپؐ نے اپنی اُمّت کو نصیحت بھی کی ہے کہ علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے تمہیں چین تک جانا پڑے۔ یعنی علم کے حصول کے لئے محنت کرو۔ اور اپنے علم میں اضافہ کی طرف تازندگی توجہ دیتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی نفس کو وہ تکلیف میں نہیں ڈالتا۔ یعنی کسی شخص کو اُس وقت تک اس کا مکلّف نہیں کرتا، اس کی جواب دہی نہیں کرتا جب تک کسی معاملہ میں اس کی وسعت اور صلاحیت اور استعداد نہ پیدا ہو جائے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ حقیقی مومن کو علم کے حصول کی بھی کوشش کرنی چاہئے اور یہ صلاحیتیں پیدا کرنی چاہئیں اور حتی الوسع اپنے علم کو بڑھانے کے لئے دعا بھی کرنی چاہئے۔ پس ایک تو وہ علم ہے جو کہ انبیاء کو خدا تعالیٰ دیتا ہے اور سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کو عطا فرمایا لیکن ساتھ ہی یہ دعا بھی سکھائی کہ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ اور دوسرے وہ علم ہے جو روحانی اور دنیاوی دونوں طرح کا ہے جس کے لئے ایک مومن کو محنت کرنی چاہئے اور ساتھ ہی دعا بھی کرنی چاہئے۔ اگر علم کے حصول کے لئے محنت کی ضرورت نہیں تھی تو پھر آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا بے معنی ہے کہ علم حاصل کرو خواہ صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں اور اس کے لئے سفر کرنے پڑیں۔ لیکن علم کے حصول کے لئے صلاحیتیں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے دعا بھی سکھائی کہ صرف اپنے پر بھروسہ نہ کرو بلکہ علم کے حصول کے لئے دعاؤں سے بھی خدا تعالیٰ کی مدد حاصل کرو اور پھر جب یہ کوشش ہو گی تو ہر ایک اپنی اپنی استعدادوں اور وسائل کے لحاظ سے علم حاصل کرے گا۔ دماغی صلاحیتیں بھی خدا تعالیٰ نے ہر ایک کی مختلف رکھی ہیں۔ بچپن کی تربیت، اٹھان اور معاشرے کا بھی انسان پر اثر ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بھی درجے مقرر فرمائے ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی استعداد کے لحاظ سے علم حاصل کرے اور اس کے لئے کوشش کرے تو تب ہی تمہارے اندر وسعت پیدا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے درجے مقرر فرما دیئے ہیں۔ یہ نہیں کہ کم ذہنی صلاحیتوں جو علم کی کمی کی وجہ سے یا قدرتی طور پر کسی میں ہیں یا ماحول کے اثر کی وجہ سے علم میں کمی ہے۔ اُسے بھی اسی طرح مکلّف کرے جتنا اعلیٰ ذہنی اور علمی صلاحیتوں والے کو اور جسے دینی اور دنیاوی علم حاصل کرنے کے تمام تر مواقع میسر آئے ہوں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی وسعت علمی کی وجہ سے تمام حالات کو جانتا ہے۔ اس لئے جب وہ کسی کو مکلّف کرتا ہے تو وہ ان سب باتوں کو مدّ نظر رکھ کر کرتا ہے جو کسی بھی انسان کے بارہ میں اس کے علم میں ہیں۔ اگر انسان اپنی صلاحیتوں کو جو خداداد ہیں اُس علم کے حصول کے لئے استعمال میں نہیں لاتا جس کے حاصل کرنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا تھا تو ایسا شخص پھر جوابدہ ہے۔ یہاں لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا کا مطلب یہی ہے کہ اپنے نفس کو تم نے اس طرح استعمال نہیں کیا جو اس کا حق بنتا تھا اور ایک مسلمان کہلانے والے کے لئے سب سے بڑھ کر دینی علم میں ترقی ہے جس کی اس کو کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "طالب حق کو ایک مقام پر پہنچ کر ہرگز ٹھہرنا نہیں چاہئے۔ ورنہ شیطانِ لعین اَور طرف لگا دے گا اور جیسے بند پانی میں عفونت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح اگر مومن اپنی ترقیات کے لئے سعی نہ کرے تو وہ گر جاتا ہے۔ پس سعادت مند کا فرض ہے کہ وہ طلبِ دین میں لگا رہے۔ ہمارے نبی کریم سے بڑھ کر کوئی انسان کامل دنیا میں نہیں گزرا۔ لیکن آپؐ کو بھی رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی دعا تعلیم ہوئی تھی۔ پھر اور کون ہے جو اپنی معرفت اور علم پر کامل بھروسہ کر کے ٹھہر جاوے اور آئندہ ترقی کی ضرورت نہ سمجھے"۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 141-142 مطبوعہ ربوہ)

پس یہاں لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا سے مطلب ہے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ علم کے حصول کی کوشش کرو۔ اگر تم یہ کوشش کرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے رہو گے۔ کیونکہ وسعت علمی کی وجہ سے یعنی اُس علم کی وجہ سے جو خدا تعالیٰ کی پہچان کی طرف مائل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک بڑھتا ہے اور اس ادراک کی وجہ سے ایک انسان اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والا بنتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر:29) کہ یقیناً حقیقت یہی ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اس سے ڈرتے ہیں۔ پس علم میں اضافہ دل میں خشیت پیدا کرتا ہے۔ یہاں اُن علماء کا ذکر نہیں ہو رہا جو نام نہاد اور سطحی علماء ہیں۔ سطحی علم حاصل کر کے اپنے علم سے دوسروں کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ وہ لوگ جو جوں جوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے علم میں اضافہ ہوتا دیکھتے ہیں توں توں وسعت علمی اور خدا کی ذات کا ادراک انہیں ہوتا جاتا ہے اور "جس طرف دیکھیں وہی راہ ہے تیرے دیدار کا" کا حقیقی مفہوم انہیں سمجھ آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ناکہ ؏

جس طرف دیکھیں وہی راہ ہے تیرے دیدار کا

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 52)

یہ حقیقی مفہوم ہے جو ایک عالم کو سمجھ آتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتا ہے اور تب پتہ چلتا ہے کہ علمی لحاظ سے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا کا حقیقی مطلب کیا ہے۔

دوسری بات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اقتباس سے مَیں نے اخذ کی، جو آپ نے بیان فرمائی کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا کہہ کر اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر واضح فرما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ "وہی عقیدے پیش کرتا ہے جن کا سمجھنا انسان کی حد استعداد میں داخل ہے تا اس کے حکم تکلیف مالا یطاق میں داخل نہ ہوں"۔ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ۔ سورۃ البقرۃ آیت 287۔ جلد اول صفحہ 775) یعنی طاقت سے بڑھ کر نہ ہوں۔ اس آیت سے پہلی آیت میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کے بارے میں یہ بھی فرمایا، ایمان کی حالت کے بارے میں، عقیدہ کے بارہ میں کہ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ (البقرہ:286) یعنی اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اس کے فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں، اس کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ایک دوسری جگہ فرمایا کہ یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس بارہ میں ایک حدیث بھی ہے جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے حضور بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ کے پاس ایک آدمی آیا جس کے کپڑے بہت سفید تھے اس نے آ کے مختلف سوال کئے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ آیا اور گھٹنے ملا کر بیٹھ گیا اور پھر سوال کئے اور عرض کیا کہ اے محمد ﷺ ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور یوم آخرت کو مانے اور خیر اور شر کی تقدیر پر یقین رکھے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الایمان والاسلام والاحسان...... حدیث نمبر 8)

اب یہ باتیں ایسی ہیں کہ جن کے ماننے میں کوئی تکلیف مالا یطاق نہیں۔ اگر فطرت نیک ہو، اللہ تعالیٰ کی تلاش ہو تو کائنات کیا زمین پر ہی اللہ تعالیٰ کی پیدائش کے مختلف نظارے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور یقین پیدا کرتے ہیں۔ اور پھر اس کارخانہ قدرت کو دیکھتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے رستے پر چلتے ہوئے ملائکۃ اللہ پر انسان غور کرتا ہے۔ تمام نظام کائنات کو دیکھتا ہے اور غور کرتا ہے تو فرشتوں کی حقیقت بھی اپنی اپنی ذہنی اور علمی استعداد کے مطابق ہر انسان پر کھلتی چلی جاتی ہے۔ پھر خدا کے انبیاء پر جو کتابیں اتریں ان پر مُہر جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں قرآن کریم نے ثبت کی۔ اُن کی غلطیوں اور خامیوں اور تحریفوں کی نشاندہی کی۔ ان کی بعض تعلیمات کی تصدیق کی اور بعض کی تردید کی۔ قرآن کریم کی تصدیق اور اس کی حفاظت کا اعلان کر کے اور آج تک یہ ثابت کر کے کہ اس میں کوئی تحریف اور تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے اس پر ایمان میں پختگی پیدا کرنے کا اعلان فرمایا۔ اور جو تعلیم قرآن کریم میں دی، اس کے متعلق یہ اعلان فرما دیا کہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر عمل انسانی استعداد سے بالا ہو۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک کروڑہا مسلمانوں نے اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق اس پر عمل کر کے دکھایا۔

پھر رسولوں پر ایمان ہے۔ اگر رسولوں کا انکار کیا گیا، تو ان قوموں کی بدقسمتی تھی لیکن اُن کی تعلیم اور

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation.
Contact: Anas A.Khan, John Thompson, Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panel) **& David Wilson.**
Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005
Branch Office: 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- 24hrs Crime Line: 07533667921

اُن کے دعوے کبھی ایسے نہیں ہوئے جو کسی انسان کو تکلیف میں ڈالیں۔ ہر نبی نے یہی کہا کہ مَیں اس طرح پر تمہیں خدا سے ملانے اور تمہارے فائدے کی تعلیم دینے کے لئے آیا ہوں، اور اس کے لئے مَیں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر خدا کے پاس ہے۔ میرا مقصد تمہیں تکلیف پہنچانا نہیں بلکہ تمہاری بھلائی ہے اور اس لئے کہ تم یوم آخرت پر یقین کرو اور جزا سزا کی تقدیر پر ایمان لاتے ہوئے خدا تعالیٰ کی جناب سے نیک اعمال کر کے جزا حاصل کرو۔ اس کی رضا کی جنتوں میں جاؤ۔ اور نیک جزا میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کس حد تک ہے؟ فرمایا کہ کسی بھی گناہ کا بدلہ اسی قدر ہے جتنا گناہ ہے اور نیکی کا بدلہ دس گنا اور اس سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ فرماتا چلا جاتا ہے۔

پس خدا تعالیٰ جو تعلیم بھی انبیاء کے ذریعہ سے دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے ان کی استعدادوں کے مطابق ہے۔ اگر پہلی قوموں کی ذہنی صلاحیتیں کم تھیں تو ان کے سامنے ان کی تعلیم بھی اس کے مطابق رکھی۔ اسی حوالے سے جو مَیں نے بتایا کہ جبریل آئے تھے تو اسی مجلس میں جہاں ایمان کا ذکر ہوا، فرشتے نے ارکان اسلام کا بھی ذکر کیا اور پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کلمہ طیبہ لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ۔ پھر نماز کے بارہ میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا نماز ہے۔ پھر روزہ ہے، پھر زکوٰۃ ہے، پھر حج ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الایمان والاسلام والاحسان...... حدیث نمبر 8)

یہ نماز جو عبادت ہے، روزہ جو عبادت ہے، اس کے لئے بھی کسی کو مکلّف نہیں کیا۔ بلکہ اگر کوئی بیمار ہے تو اس کو بیٹھ کر یا لیٹ کر بھی نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ اگر سفر میں ہے تو جمع کرنے اور قصر کرنے کی اجازت ہے۔ اور اسی طرح روزہ ہے سفر میں نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ بیماری میں نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ زکوٰۃ ہے وہ صرف اُسی پر فرض ہے جو صاحب نصاب ہے۔ حج ہے تو اُسی پر فرض ہے جو رستے کے وسائل بھی رکھتا ہو اور امن بھی ہو صحت بھی ہو تو اس کا حکم ہے۔ ساری چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے فرمائیں وہ انسان کی طاقت کے اندر رہتے ہوئے اس کے لئے فرض ہیں اور جیسا کہ مَیں نے کہا ہر طبقہ نے ان باتوں پر عمل بھی کر کے دکھایا۔ قطع نظر اُن کے جو مسلمان عمل نہیں کرتے کروڑ ہا مسلمان ایسے گزرے ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں، عمل کر کے دکھا رہے ہیں۔

اس حوالے سے تیسری بات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا عمل اور نمونہ تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (سورۃ الاحزاب: 22) یقیناً تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول میں اُسوہ حسنہ ہے۔ فرمایا کہ ''ہمیں حکم ہے کہ تمام احکام میں، اخلاق میں، عبادات میں آنحضرت ﷺ کی پیروی کریں۔ پس اگر ہماری فطرت کو وہ قوتیں نہ دی جاتیں جو آنحضرت ﷺ کے تمام کمالات کو ظلّی طور پر حاصل کر سکتیں تو یہ حکم ہمیں ہرگز نہ ہوتا کہ اس بزرگ نبی کی پیروی کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فوق الطاقت کوئی تکلیف نہیں دیتا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 156)

پس یہاں یہ فرمایا کہ تم اس نبی کی پیروی کرو۔ جس کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لفظ سے کی کہ ''ظلّی طور پر'' یعنی وہ معیار جو تم حاصل نہیں کر سکتے لیکن اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق ان پر عمل کرنے اور ان کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے اس کے لئے کوشش کرو اور یہ ہر مومن پر فرض ہے۔ کیونکہ یہ صلاحیت ایک مومن میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے کہ ان نیکیوں کو بجا لائے جن کا اُسوہ آنحضرت ﷺ نے قائم فرمایا ہے۔ صرف یہ کہنا کہ کیونکہ وہ معیار مَیں حاصل نہیں کر سکتا، اس لئے کوشش کی بھی ضرورت نہیں ہے، یہ بات ایک مومن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض سے آزاد نہیں کر دیتی اور جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ اُمّت میں کروڑوں لوگوں نے یہ نمونے قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور کر کے دکھایا ہے کہ ایک عام مومن بھی اس اسوہ حسنہ کو جو رسول کریم ﷺ نے قائم فرمایا اپنی استعدادوں کے مطابق قائم کر سکتا ہے، بجا لا سکتا ہے، اس پر عمل کر سکتا ہے۔

پھر چوتھی بات اس حوالہ سے یہ ہے کہ گو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو تمام انسانیت کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور جو تعلیم وہ لائے اسے قبول کرنے کا ہر ایک کو حکم ہے اور جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس رسول ﷺ پر ایمان لانا ہی نجات کا بھی باعث ہے۔ لیکن اگر کسی پر اتمام حجت نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ کیونکہ کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر کسی بات کا مکلّف نہیں بناتا اس لئے وہ شخص جس پر اتمام حجت نہیں ہوا۔

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ ''جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک.......... اتمام حجت ہو چکا ہے وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا اور جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب اور منکر ہے تو گو شریعت نے (جس کی بنا ظاہر پر ہے) اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اس کو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔ ہاں ہم اس بات کے مجاز نہیں ہیں کہ ہم اس کی نسبت نجات کا حکم دیں۔ اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ ہمیں اس میں دخل نہیں''۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام۔ سورۃ البقرۃ آیت 287۔ جلد اول صفحہ 775)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ ان الفاظ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ علم محض خدا تعالیٰ کو ہے کہ اس کے نزدیک باوجود دلائل عقلیہ، نقلیہ اور عمدہ تعلیم اور آسمانی نشانوں کے کس پر ابھی تک اتمام حجت نہیں ہوا۔ ہمیں کسی کے باطن کا علم نہیں ہے اور چونکہ ہر ایک پہلو کے دلائل پیش کرنے اور نشانوں کے دکھلانے سے خدا تعالیٰ کے ہر رسول کا یہی ارادہ رہا ہے کہ وہ اپنی حجت لوگوں پر پوری کرے اور اس بارہ میں خدا بھی اس کا مؤیّد رہا ہے اس لئے جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھ پر حجت پوری نہیں ہوئی وہ اپنے انکار کا آپ ذمہ وار ہے اور اس بات کا بار ثبوت اس کی گردن پر ہے اور وہی اس بات کا جوابدہ ہوگا کہ باوجود دلائل عقلیہ و نقلیہ اور عمدہ تعلیم اور آسمانی نشانوں اور ہر قسم کی راہنمائی کے، کیوں اس پر حجت پوری نہیں ہوئی۔ پس گو بغیر اتمام حجت کے خدا تعالیٰ نے کسی کو مکلّف نہیں بنایا لیکن مخالفین اسلام اور احمدیت کو یہ بھی سوچنے کی ضرورت ہے کہ کہیں ان کے نفس کے دھوکے انہیں یہ بات کہنے پر مجبور تو نہیں کر رہے کہ ہم پر کوئی اتمام حجت نہیں ہوئی۔ دنیا میں ہر طرف فساد اور آفات، وہ نشانات تو نہیں ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت کے طور پر ہیں۔ جبکہ زمانہ کے امام کا دعویٰ بھی موجود ہے۔

پھر پانچویں بات اس ضمن میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خلاف عقل باتوں کو ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا اور اس وجہ سے اسے مکلّف نہیں ٹھہراتا کہ کیوں یہ باتیں نہیں مانیں۔ قرآن کریم میں بے شمار جگہ حکیم کا لفظ آیا ہے۔ ہر بات جو ہے حکمت سے پُر ہے۔ اس کی حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اس کو بجا لانے کا حکم دیتا ہے۔ جو بھی حکم اتارا ہے تمام تر حکمتوں کے بیان سے اتارا ہے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کو جب مبعوث فرمایا اور جن کاموں کو آپ کے لئے خاص کیا ان میں حکمت پھیلانا بھی ایک کام تھا۔ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو آئندہ آنے والے کے مقام کے بارہ میں دعا سکھائی گئی اُس میں بھی حکمت کو خاص طور پر پیش نظر رکھا گیا۔ حکمت کیا ہے؟ عدل و انصاف کو جاری کرنا ہے۔ اس کا مطلب علم کو کامل کرنا ہے۔ اس کا مطلب ہر بات کی دلیل پیش کرنا ہے یعنی جب کوئی حکم دیا تو اس کے کرنے یا نہ کرنے کی وجوہات بتائیں اور یہی عقل کا تقاضا ہے۔

مثلاً شراب اور جوئے سے اگر روکا ہے تو روکنے کے حکم کے ساتھ فرمایا کہ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ۔ قُلْ فِیْھِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ وَاِثْمُھُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِھِمَا (البقرۃ:220) کہ وہ تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تُو کہہ دے کہ ان کاموں میں بڑا گناہ ہے اور نقصان ہے اور اس میں لوگوں کے لئے بعض منفعتیں بھی ہیں اور ان کا گناہ اور نقصان ان کے نفع سے بہت بڑا ہے۔

اب شراب پینے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ جہاں وہ انسان کو نشہ کی حالت میں لا کر عبادتوں سے روکتا ہے وہاں معاشرے کے امن کو بھی خراب کرتا ہے۔ اور پھر یہ بھی اب ثابت شدہ حقیقت ہے کہ شراب پینے والے کے جب وہ شراب کا ایک جام چڑھاتا ہے تو دماغ کے ہزاروں خلیے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے شراب پینے سے اس دلیل کے ساتھ منع کیا گیا ہے اور یہی حال جُوا کھیلنے والوں کا ہے۔ جُوا کھیلنے والا اتنا زیادہ ایڈکٹ (adict) ہو جاتا ہے کہ عبادت سے محروم ہو جاتا ہے اور کسی چیز کی ہوش ہی نہیں رہتی۔ ناجائز ذرائع سے پیسہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وقت کا ضیاع کرتا ہے۔ گھریلو ذمہ داریوں سے پہلو تہی کرتا ہے۔ عقل کے استعمال کی بجائے شراب اور جوئے کی برائیوں میں پڑے ہوئے جو لوگ ہیں وہ جوش اور غصّہ دکھانے والے زیادہ ہوتے ہیں۔ لیکن الکحل جو ہے اگر بالکل معمولی مقدار میں انسانی فائدے کے لئے دوائیوں میں استعمال کیا جائے، انسانی جان بچانے کے لئے دوائیوں میں استعمال کیا جائے تو وہاں یہ کی بھی جاتی ہے۔ ہومیوپیتھی دوائیوں میں بھی استعمال ہوتی ہے اور دوسری دوائیوں میں بھی۔ اتنی معمولی مقدار ہے کہ اس میں نشہ نہیں ہوتا۔ لیکن خالص شراب جو ہے وہ پینے والے چاہیں تھوڑی پییں وہ اپنا نقصان کر رہے ہوتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ یہ عادت بڑھتی چلی جاتی ہے اور تھوڑی

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

پینے کی جو عادت ہے وہ زیادتی میں بدلتی چلی جاتی ہے۔ اس لئے تھوڑی پینے کی بھی ممانعت ہے۔

اسی طرح اگر اسلام میں روزہ کا حکم ہے تو اس کی حکمت بھی بیان کی گئی ہے اگر انسان سوچے تو نماز یا روزہ کا جو حکم ہے، خدا تعالیٰ کے جو یہ احکامات ہیں یہ انسانی فائدے کے لئے ہیں۔ عبادت کے علاوہ اس کی صحت اور اس میں ڈسپلن پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ جن کے نہ کرنے کا حکم ہے وہ بھی فائدے کی چیزیں ہیں۔ جن کے کرنے کا حکم ہے وہ بھی بڑی حکمت لئے ہوئے ہیں اور انسان کی بقا کے لئے ضروری ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت ہے اور بغیر حکمت بیان کئے اللہ تعالیٰ کسی کو یہ نہیں کہتا کہ تم اس کام کو کرو یا نہ کرو۔

چھٹی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو ''قویٰ کی برداشت اور حوصلہ سے بڑھ کر کسی قسم کی شرعی تکلیف نہیں اٹھوائی''۔ مثلاً فرمایا کہ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ۔ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (البقرۃ:174) کہ اُس نے تم پر صرف مردار، خون، سؤر کے گوشت کو اور ان چیزوں کو جن کو اللہ کے سوا کسی اور سے نامزد کر دیا گیا ہو، حرام کیا ہے۔ مگر جو شخص ان اشیاء کے استعمال پر مجبور ہو جائے اور نہ تو وہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حدود سے آگے نکلنے والا ہو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ یقیناً بڑا بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اب یہ حکم ہے جو عقل کے مطابق ہے۔ حکمت لئے ہوئے ہے۔ اور انسانی قویٰ کی برداشت کے لحاظ سے بھی انتہائی اعلیٰ درجہ کا ہے کہ اگر جان کا خطرہ ہے تو ان حرام چیزوں کا استعمال کر تو سکتے ہو مگر صرف جسم کی بقا کے لئے، صرف سانس کا رشتہ قائم رکھنے کے لئے۔ لیکن کوشش کرو کہ حتی الوسع ان سے بچو اور جہاں تک ہو سکے حرام اور حلال کے فرق کو قائم رکھو۔

پھر ساتویں بات یہ یاد رکھنے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام انسانی طاقت کے اندر ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''اس آیت سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام ایسے نہیں جن کی بجا آوری کوئی کر ہی نہ سکے اور نہ شرائع اور احکام خدا تعالیٰ نے دنیا میں اس لئے نازل کئے کہ اپنی بڑی فصاحت و بلاغت اور ایجادی قانونی طاقت اور چیستان طرازی کا فخر انسان پر ظاہر کرے''۔ یعنی یہ بتائے کہ میرے میں سب طاقتیں ہیں اور کوئی اس قسم کا معمہ پیش کرے جس کو کوئی حل نہ کر سکتا ہو اور پھر بڑے فخر سے کہے کہ دیکھو میری بات تم سمجھ نہیں سکے۔ یہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ ''نہ شرائع اور احکام خدا تعالیٰ نے دنیا میں اس لئے نازل کئے کہ اپنی بڑی فصاحت و بلاغت اور ایجادی قانونی طاقت اور چیستان طرازی کا فخر انسان پر ظاہر کرے''۔ اور یوں پہلے سے ہی اپنی جگہ ٹھان رکھا تھا کہ کہاں بیہودہ ضعیف انسان؟ اور کہاں ان کا ان حکموں پر عملدرآمد؟'' تو اللہ تعالیٰ نے کسی مشکل میں ڈالنے کے لئے حکم نہیں دیئے تھے کہ کس طرح مَیں اپنے بندوں کو آزماؤں کہ یہ بیہودہ انسان اور کمزور انسان کس طرح میرے ہر حکم پر عمل کر سکتا ہے۔ فرمایا کہ ''خدا تعالیٰ اس سے برتر اور پاک ہے کہ ایسا لغو فعل کرے''۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ (سورۃ البقرۃ آیت 287) جلد اول صفحہ 776)

پھر آٹھویں بات جو ہے اس تعلق میں یہ ہے کہ جو شرائط احکام کی بجا آوری کے لئے خدا تعالیٰ نے لگائی ہیں وہ ہر ایک کی ذہنی، جسمانی، علمی، معاشی، روحانی وسعت کے لحاظ سے ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے مرتبہ علمی اور عقلی اور جسمانی اور معاشی اور روحانی کے لحاظ سے احکام بجا لانے کا پابند اور قابل مواخذہ ہے۔ لیکن جو فرائض اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں انہیں اپنی اپنی استطاعت کے مطابق بجا لانا بہر حال ہر مومن پر فرض ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک دیہاتی شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام کے بارہ میں پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنا۔ اس پر اس نے پوچھا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی نماز فرض ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، ہاں اگر نفل پڑھنا چاہو تو پڑھ سکتے ہو۔ پھر آنحضور ﷺ نے فرمایا ایک ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ اس نے پوچھا اس کے علاوہ بھی روزے فرض ہیں آپ نے فرمایا نہیں۔ ہاں نفلی روزے رکھنا چاہو تو رکھ سکتے ہو۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے زکوٰۃ کا بھی ذکر فرمایا۔ اس نے اس پر عرض کیا کہ اس کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی زکوٰۃ ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ ہاں ثواب کی خاطر تم نفلی صدقہ دینا چاہو تو دے سکتے ہو۔ اس پر وہ شخص یہ کہتے ہوئے چلا گیا کہ خدا کی قسم نہ اس سے زیادہ کروں گا نہ کم۔ تو آپ ﷺ نے وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کو فرمایا کہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو اسے کامیاب و کامران سمجھو۔

(مؤطا امام مالکؒ باب جامع الترغیب فی الصلاۃ)

تو ہر ایک کی جو جو استعدادیں ہیں اس کے مطابق وہ عمل کرتا ہے۔ آپ کچھ نوافل کی تلقین بھی فرمایا کرتے تھے۔

پھر نویں بات یہ کہ قرآن کریم کے تمام احکامات قابل عمل ہیں۔ اس کا اَور رنگ میں مختصر ذکر پہلے بھی آ چکا ہے۔ کوئی بھی ایسا حکم نہیں جو انسان پر بوجھ ہو۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے اُسوہ پر عمل کرنے کے ضمن میں مَیں نے بتایا کہ حقیقی مومن اُن پر چلتا ہے اور چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت کے اخلاق اور زندگی قرآن کریم کے احکامات کی عملی تصویر ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل مسند عائشہؓ جلد نمبر 8 صفحہ 305 حدیث نمبر 25816 مطبوعہ بیروت ایڈیشن 1998ء)

پس اپنی اپنی حیثیت اور استعدادوں کے مطابق ہر ایک کو ان پر عمل کرنے کا حکم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا دعویٰ ہے کہ کیونکہ وہ کسی مومن کو بھی بلاوجہ تکلیف میں نہیں ڈالتا اس لئے جو بھی احکامات ہیں ہر انسان کی عمل کرنے کی طاقت کے اندر ہیں۔

پھر دسویں بات یہ کہ اللہ تعالیٰ سچی خوابیں بھی ہر انسان کو اس لئے دکھاتا ہے تا کہ اُسے انبیاء کی وحی و الہام کا کچھ حد تک ادراک ہو سکے۔ اگر کبھی سچی خواب ہی نہ آئی ہو تو وہ انبیاء کے دعوے کو بھی محض جھوٹ سمجھے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''جو نبی آتا ہے اس کی نبوت اور وحی و الہام کے سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی فطرت میں ایک ودیعت رکھی ہوئی ہے اور وہ ودیعت خواب ہے۔ اگر کسی کو کوئی خواب سچی کبھی نہ آئی ہو تو وہ کیونکر مان سکتا ہے کہ الہام اور وحی بھی کوئی چیز ہے۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اس لئے مادہ اُس نے سب میں رکھ دیا ہے''۔ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ۔ سورۃ البقرۃ آیت 287۔ جلد اول صفحہ 776) چوروں، ڈاکوؤں، زانیوں کو بھی سچی خوابیں آتی ہیں۔

گیارہویں بات یہ کہ بچپن کا زمانہ اور جوانی میں قدم رکھنے سے پہلے کا زمانہ بے خبری کا زمانہ ہے۔ اسی طرح جو کم عقل ہیں یا ذہنی معذور ہیں، ان کا احکامات پر عمل نہ کرنا یا اُس طرح پابندی نہ کرنا قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''ابتدائی زمانہ تو بے خبری اور غفلت کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ نہ کرے گا جیسا کہ خود اس نے فرمایا لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا''۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ۔ سورۃ البقرۃ آیت 287۔ جلد اول صفحہ 777)

بارہویں بات یہ کہ اگر جوانی اور پوری ہوشیاری اور عقل اور تمام قویٰ کی صحت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ ہو تو پھر یہ بات قابل مواخذہ ٹھہرے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ: ''ایک ہی زمانہ ہے.......... یعنی شباب کا'' ''زمانہ۔ جوانی کا زمانہ'' ''جب انسان کوئی کام کر سکتا ہے کیونکہ اس وقت قویٰ میں نشوونما ہوتا ہے اور طاقتیں آتی ہیں لیکن یہی زمانہ ہے جبکہ نفس امارہ ساتھ ہوتا ہے اور وہ اس پر مختلف رنگوں میں حملے کرتا ہے اور اپنے زیر اثر رکھنا چاہتا ہے۔ یہی زمانہ ہے جو مواخذہ کا زمانہ ہے اور خاتمہ بالخیر کے لئے کچھ کرنے کے دن بھی یہی ہیں۔ لیکن ایسی آفتوں میں گھرا ہوا ہے کہ اگر بڑی سعی نہ کی جاوے تو یہی زمانہ ہے جو جہنم میں لے جائے گا اور شقی بنا دے گا۔ ہاں اگر عمدگی اور ہوشیاری اور پوری احتیاط کے ساتھ اس زمانے کو بسر کیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ۔ سورۃ البقرۃ آیت 287۔ جلد اول صفحہ 777)

پس باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا جو احکام دیئے ہیں اور جن کے نہ کرنے کا حکم دیا ہے اگر ایک انسان ان کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے کی کوشش نہیں کرتا۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وسیع تر رحمت اور بخشش کی خوشخبری دی ہے، اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور خود انسان اپنی وسعتوں اور طاقتوں کا فیصلہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کرتا ہے تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے یہ بات جہنم میں لے جانے کا باعث بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود بھی لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کہنے کے بعد آگے فرمایا ہے کہ لَهَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اکْتَسَبَتْ کہ اس نے جو اچھا کام کیا وہ بھی اس کے لئے نفع مند ہے اور جو اس نے بُرا کام کیا وہ بھی اس پر وبال ہو کر پڑے گا۔ نیکی کے لئے کَسَبَتْ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اگر ارادہ ہو۔ کیونکہ نیکی فطرت کے مطابق ہے۔ لیکن بعض اوقات انسان اپنی بدقسمتی سے فطرت کے مطابق عمل کرنے کی بجائے اکتساب کا راستہ اختیار کرتا ہے جو غیر فطری بات ہے۔ اخلاقی قوتوں کو صحیح مواقع پر استعمال نہ کرنے کی وجہ سے انسان اس راستے پر چلتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ آسان راستہ ہے۔ لیکن جب گناہوں اور برائیوں میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ پھر احساس ہوتا ہے کہ مَیں ایک تکلیف دہ راستے کی طرف چل پڑا ہوں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکتساب کا ایک یہ نکتہ بھی بیان فرمایا ہے کہ بدیوں میں صرف اُس بدی کی سزا ملے گی جس میں اکتساب کا رنگ ہو یعنی قصداً اور ارادۃً اس کا ارتکاب کیا جائے۔ اس کو نہ چھوڑے بلکہ جان بوجھ کر اس کو کرتا چلا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نہ تو کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ

کر تکلیف میں ڈالتا ہے اور نہ کوئی ایسے احکامات دیتا ہے جو اس کو تکلیف میں ڈالنے والے ہوں بلکہ عفو اور درگزر اور بخشش سے کام لیتا ہے۔ لیکن اگر کسی بدی کے ارتکاب پر انسان کو جرأت پیدا ہوا اور وہ کرتا ہی چلا جائے تو پھر اس کی سزا ہے۔ اس لئے ہمارے پیارے اور مہربان خدا نے اس آیت کے اگلے حصے میں ہمیں یہ دعا بھی سکھا دی کہ نیک کاموں کی طرف توجہ رہے جو ہر حال میں فطرت کے مطابق ہیں اور ان پر عمل کرنا انسان کی پہنچ کے اندر بھی ہے۔ جیسا کہ فرمایا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ۔ وَاعْفُ عَنَّا۔ وَاغْفِرْ لَنَا۔ وَارْحَمْنَا۔ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کہ اے ہمارے ربّ اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمیں سزا نہ دینا۔ اے ہمارے ربّ! اور تو ہم پر اس طرح ذمہ داری نہ ڈالنا جس طرح تو نے ان لوگوں پر جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں ڈالی اور اے ہمارے ربّ ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوا جس کے اُٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں۔ ہم سے درگزر کر۔ ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر۔ تو ہمارا آقا ہے۔ پس کافروں کے خلاف ہماری مدد کر۔

تزکیہ نفس کے لئے یہ دعائیں انتہائی ضروری ہیں۔ کیونکہ جب تزکیہ نفس ہوگا تو لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کا صحیح ادراک بھی ہوگا۔ انتہائی عاجزی سے انسان یہ دعا کرتا ہے کہ اے ہمارے خدا ان نیک باتوں کے نہ کرنے کی وجہ سے ہمیں نہ پکڑ جن کو ہم بھول گئے۔ ان لوگوں کا انجام ہمیں نہ دینا جن پر تیری گرفت ہوئی تھی۔ اب یہ 'ان کا انجام نہ دینا' اس لئے نہیں تھا کہ ہم بغاوت کرنے والے یا حد سے بڑھنے والے تھے یا تیرے حکموں کی پرواہ نہ کرنے والے تھے۔ بلکہ بوجہ نسیان یا بھول چوک جو انسانی فطرت کا حصہ ہے ہم اسے نہ کر سکے۔ اس لئے ہمارے سے اگر کوئی بھول چوک ہوئی ہے تو ہمیں کہیں ان لوگوں میں شمار نہ کر لینا جو عادتاً یہ کرنے والے لوگ تھے۔ اور پھر انتہائی عاجزی سے ایک مومن یہ دعا بھی کرتا ہے کہ اے خدا ہم سے اُن باتوں کا مواخذہ نہ کر جو ہم نے عمداً اور جان بوجھ کر نہیں کئے۔ بلکہ سمجھ کی غلطی سے ہم سے وہ عمل سرزد ہو گئے اور ہم سے جو عہد لئے ہیں جو بوجھ ہم پر ڈالے ہیں ان کا حال بھی پہلی قوموں جیسا نہ ہو بلکہ ہمیں ہمارے عہدوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ورنہ ہم بھی ان لوگوں کے زمرے میں شامل ہو سکتے ہیں جو قابل مواخذہ ٹھہرے تھے۔ اور پھر باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَیں کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ لیکن ایک حقیقی مومن اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے کا یہ کام ہے کہ اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کو اس کے اس قول کا حوالہ دیتے ہوئے یہ دعا کرے کہ کہیں میری شامت اعمال مجھے طاقت سے بڑھ کر کسی ابتلا اور بوجھ میں نہ ڈال دے۔ اس لئے مجھ سے ہمیشہ درگزر کا سلوک فرما۔ مجھے ہمیشہ اپنی بخشش کی چادر میں لپیٹ لے اور مَیں ہمیشہ تیرے رحم سے حصہ لیتا رہوں اور جس امام کو قبول کرنے کی مجھے توفیق عطا فرمائی ہے اس پر ہمیشہ قائم رہوں اور بڑھتا چلا جاؤں۔ اور میری کمزوریاں میرے دشمن کو کبھی یہ موقع نہ دیں کہ وہ میرے ایمان کو ضائع کر سکے، یا میری وجہ سے میرے دین یا جماعت کو نقصان پہنچ سکے۔ بعض دفعہ ایک فرد کی غلطی جماعت کو ابتلا میں ڈال سکتی ہے۔ اس لئے ''ہم'' کہہ کر تمام مومنوں کو من حیث الجماعت ایک دوسرے کے لئے دعا کی طرف توجہ دلائی ہے تا کہ دعاؤں کا مجموعی اثر ہو اور ہر فرد کو بھی اپنے آپ کو پاک کرنے اور ذمہ داری کو سمجھنے کی طرف توجہ پیدا ہو اور جماعت بھی مضبوط بنیادوں پر استوار ہوتے ہوئے دشمن کے ہر شر سے محفوظ رہنے والی ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام احکامات پر ہماری تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو بجا لانے کا حکم یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہماری صلاحیتوں اور استعدادوں کو دیکھتے ہوئے دیا ہے اور صرف ہم ایک جگہ کھڑے رہنے والے نہ ہوں بلکہ ہر قسم کی وسعتوں میں خدا تعالیٰ اضافہ فرماتا چلا جائے اور من حیث الجماعت بھی ہم ترقی کی شاہراہوں پر تیزی سے منزلیں طے کرتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول فرمائے۔

الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دیجئے

احباب کی اطلاع کے لئے الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دینے کے نرخ حسب ذیل ہیں:

Size: 60mm x 60mm	£ 21.15 each
Size: 50mm x 120mm	£ 31.73 each
Size: 90mm x 120mm	£ 52.88 each
Size: 165mm x 120mm	£ 84.60 each

(مینیجر)

کیپ ماؤنٹ کاؤنٹی (لائبیریا) میں
مسجد کے افتتاح اور سنگ بنیاد کی بابرکت تقاریب

رپورٹ: منصور احمد ناصر۔ جنرل سیکرٹری جماعت لائبیریا)

گرینڈ کیپ ماؤنٹ کاؤنٹی میں سیرالیون جانے والی ہائی وے پر ایک ٹاؤن Nagbina میں پچھلے سال بفضلہٖ تعالیٰ احمدیت کا پودا لگا۔ یہ ٹاؤن سیرالیون کے بارڈر کے قریب ہی عین برلب سڑک واقع ہونے کی وجہ سے اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں کے نو احمدی احباب نے مسجد بنانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ادھر امریکہ سے ایک احمدی دوست نے ایک مسجد کی تعمیر کے لئے مکرم امیر صاحب کی خدمت میں کچھ رقم بھجوا رکھی تھی۔ چنانچہ امیر صاحب نے اس جگہ کی اہمیت کے پیش نظر اور ان لوگوں کے اخلاص کی بنا پر یہاں مسجد بنوانے کا فیصلہ کیا۔

جنوری میں مکرم مولانا محمد اشرف عارف صاحب مبلغ کینیڈا نے اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ مسجد کی تعمیر مکمل ہونے پر مورخہ 8؍مئی بروز جمعۃ المبارک مکرم امیر صاحب لائبیریا نے نماز جمعہ پڑھا کر اس مسجد کا باقاعدہ افتتاح کیا۔

خطبہ جمعہ میں مکرم امیر صاحب نے مسجد کی تعمیر کے دوران ٹاؤن کے لوگوں کے جوش و خروش اور تعاون کو سراہتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ خدا کے گھر میں ایک اینٹ لگانے والے کے لئے بھی اس کے ہاں بہترین اجر ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے مل کر خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھائیں اور انہیں کی نسل سے نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے اور آج تک اسی نسل کے پیروکاروں کو دنیا بھر میں خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کے لئے گھر بنانے کی توفیق مل رہی ہے۔

مکرم امیر صاحب نے یہ بھی بتایا کہ جماعت احمدیہ کا یہ اصول ہے کہ ہماری ہر مسجد خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے ہر شخص کے لئے کھلی ہے۔ اور ہماری مساجد سے امن و سلامتی کی آوازیں اٹھتی ہیں اور یہی حقیقی اسلامی تعلیم ہے۔

بعض غیر از جماعت معززین بھی تشریف لائے ہوئے تھے جنہوں نے نماز جمعہ کے بعد اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں بتایا گیا تھا کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں اور نہ ہی کلمہ پڑھتے ہیں۔ مگر آج ہم نے خود آپ کو کلمہ پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور آنحضور ﷺ کا نام بار بار لیتے ہوئے دیکھا ہے تو پتہ لگتا ہے کہ آپ لوگ بھی مسلمان ہیں۔ بعض نے یہ بھی بتایا کہ انہیں اس تقریب میں شامل ہونے سے منع کیا گیا تھا لیکن ہم نے شامل ہو کر محسوس کیا ہے کہ حقیقت کیا ہے۔

لائبیریا کے دارالحکومت منروویا کے راستے پر اسی سڑک کے کنارے ایک اور ٹاؤن Wangecore میں بھی ایک نئی مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی سادہ اور پروقار تقریب ہوئی۔ گاؤں کے لوگوں نے مکرم امیر صاحب اور ان کے ساتھیوں کا پرجوش استقبال کیا۔ نماز عصر کی باجماعت ادائیگی کے بعد مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ مکرم امیر صاحب نے دعا کے ساتھ پہلی اینٹ رکھنے کی سعادت پائی۔ اجتماعی دعا کے بعد یہ بابرکت تقریب اختتام کو پہنچی۔

اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو دنیا بھر میں مساجد کی تعمیر اور حقیقی توحید کے قیام کی توفیق عطا فرمائے اور یہ مساجد اللہ تعالیٰ کے مخلص عبادت گزار بندوں سے بھری رہیں۔ آمین

بقیہ: ڈاکٹر سلام کی سوانح عمری پر ایک نظر
از صفحہ نمبر 13

کے آکسفورڈ آئے جن میں منیر احمد خاں بھی تھا۔ منیر خاں نے پنجابی میں اس کو کہا پاکستان کی طرف سے 70ویں سالگرہ مبارک ہو۔ سلام نے بات سن لی مگر جواب نہ دے سکا۔'' وہ مجھے ٹکٹکی لگا کر دیکھتا رہا گویا وہ اب تعریف سے بلند و بالا ہو چکا تھا۔ جب مَیں الوداع کہہ رہا تھا تو اس نے میرا ہاتھ اپنے ناتواں ہاتھ سے دبایا''۔ سیف اللہ رنجبار دائمی نے اس کو جان سٹرادھی کے ساتھ اپنی ریسرچ کا بتلایا۔ دونوں ٹریسٹ شرکت عمل سے to render the forces between subnuclear particles into a form that made computer simulation feasible. سلام نے فوراً بغیر تأمل کے کہا: Don't forget the gravity۔ اس یک لخت سائنسی بصیرت نے ہاں یا ناں کی گردان کو بالائے طاق رکھ کے اس کو پورا فقرہ کہنے دیا۔ آئین سٹائن کی طرح وہ موت کی آغوش میں نہیں جانا چاہتا تھا جب تک وہ اس آخری مکمل تھیوری سے پردہ نہ اٹھا دے جو فطرت کی تمام قوتوں پر محیط ہے۔ آخری دنوں میں سلام کئی دفعہ زمین پر گر پڑا، اور چوٹیں آئیں بلکہ بعض صورتوں میں ہسپتال لے جانا پڑا۔ نومبر 1996ء میں وہ آخری بار اپنے بستر پر ایسا گرا کہ دوبارہ ہوش نہ آئی۔ چار دن بعد 21 نومبر کو داعی اجل کا پیغام آیا اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے بارگاہ ایزدی میں پہنچ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مسلمانوں کے نزدیک یہ عارضی زندگی اصل میں اگلی دائمی زندگی کے لئے تیاری کی جگہ ہے۔ سلام کے نزدیک جنت ایک حقیقی جگہ تھی۔ ایک روحانی حالت جہاں انسان کی روح فکر اور پریشانی سے آزاد ہو جاتی ہے۔

اس کی فیملی کے انیس افراد کے ہمراہ اس کا جسم خاکی لاہور (پاکستان) لے جایا گیا۔ 25 جنوری کو احمدیہ مسجد دارالذکر میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور اس کے مداحوں نے آخری بار اس کا دیدار کیا۔ حکومت پاکستان کی طرف سے کوئی اعلیٰ سرکاری نمائندہ موجود نہ تھا۔ صرف پولیس کا ایک سپرنٹنڈنٹ آیا تھا۔ اسی روز اس کے جسد خاکی کو ربوہ لے جایا گیا۔ 26 نومبر 1996ء کو ربوہ میں تیس ہزار افراد نے اس کے نماز جنازہ میں شمولیت کی۔ ربوہ کے قبرستان میں اس کو اس کے والدین کی قبروں کے پاس آسودہ خاک کر دیا گیا۔ اس کے کتبے پر لکھا گیا تھا:

عبدالسلام پہلا مسلمان نوبیل لاری ایٹ۔

کچھ عرصہ بعد ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں اس کتبے کی عبارت میں تبدیلی کر دی گئی اور اب لکھا ہوا ہے:

عبدالسلام، پہلا ......نوبیل لاری ایٹ۔

لفظ مسلمان پر کالی سیاہی پھیر دی گئی تھی۔ موت میں اور زندگی میں بھی سلام کو اس ملک میں مطعون کیا گیا جس کی فلاح کے لئے اس نے اتنا کچھ کیا تھا۔

کائنات کے ازلی ابدی نہ ہونے پر سائنس کی شہادت

(خالد سیف اللہ خان۔ آسٹریلیا)

اس بات کا ثبوت کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید وحمایت میں کھڑا ہے یہ بھی ہے کہ آپ نے خدا سے علم پا کر جو کچھ قرآن وحدیث کی روشنی میں ارشاد فرمایا جدید علوم اور تحقیقات ان کی تائید کرتی ہیں اور یہ سلسلہ انشاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسرِ صلیب مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے صلیبی واقعات کی اصل حقیقت کھولنے کے اسباب بھی آپ کے زمانہ میں پیدا فرما دیئے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"پس ضرور تھا کہ آسمان اُن اموراور ان شہادتوں اور ان قطعی اور یقینی ثبوتوں کو ظاہر نہ کرتا جب تک مسیح موعود دنیا میں نہ آتا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اور اب سے جو وہ موعود ظاہر ہوا ہر ایک کی آنکھ کھلے گی اور غور کرنے والے غور کریں گے کیونکہ خدا کا مسیح آگیا"۔

(مسیح ہندوستان میں۔روحانی خزائن جلد15صفحہ 64)

چنانچہ آپؑ کی تائید میں بہت سے انکشافات اس سلسلہ میں ہوئے کچھ آپ کی زندگی میں اور کچھ آپ کے خلفاء کے زمانہ میں۔ مثلاً قبرِ مسیح کا انکشاف۔ کفنِ مسیح کا انکشاف۔ وادی قمران کے صحیفے۔ مکتوبِ دمشق۔ مکتوبِ اسکندریہ اور مصر کی حمادی لائبریری کا دستیاب ہونا۔

پھر خدا نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ "مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" اُس کی تکمیل کے لئے جماعت کو ایم ٹی اے کی نعمت کا میسر آجانا۔ انٹرنیٹ اور رسل ورسائل کی جدید سہولتوں کا میسر آجانا۔

آپؑ کے جس ارشاد کا خاکسار اس وقت ذرا تفصیل سے ذکر کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ہندوؤں اور آریوں وغیرہ کے اس عقیدہ کو عقلی وروحانی دلائل کی رُو سے غلط ثابت کیا تھا کہ مادہ وروح خدا کی طرح ازلی ابدی ہیں۔ آج کل کے بدھ مت کے پیرو بھی اسی قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں اور دہریہ بھی۔ جو کچھ حضورؑ نے فرمایا تھا اب اس کی تائید میں بہت سے سائنسی شواہد سامنے آئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کائنات نہ تو ہمیشہ سے ہے نہ ہمیشہ رہے گی۔ بلکہ اس کا جہاں ایک آغاز ہے وہاں انجام اور خاتمہ بھی ہے۔ کئی سائنسدانوں نے تو یہ بھی کہا ہے کہ کائنات کا ایک نقطۂ آغاز ہے اور کسی بھی شے کو عدم سے وجود میں لانے کے لئے ایک آغاز کنندہ (Prime Mover) یعنی خدا کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی کتاب "الہام، عقل، علم اور سچائی" میں ان جدید نظریات وتحقیقات کا مفصل ذکر فرمایا ہے۔

چونکہ یہ جدید علوم وتحقیقات حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی تائید کرتی ہیں ان کا مختصراً تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔ ہندو آواگون Transmigration of Souls کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں یعنی انسان کے کرموں (اعمال) کے مطابق وہ اپنی جُون بدلتا رہتا ہے۔ ایک انسان کی رُوح کسی دوسرے انسان میں چلی جاتی ہے بلکہ جانوروں، کیڑے مکوڑوں، پرندوں وغیرہ کے ساتھ بھی ادلتی بدلتی رہتی ہیں۔ یوں وہ چرندوں، پرندوں، حشرات الارض اور جراثیم وغیرہ میں بھی روح کا ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے عقیدہ کے مطابق مادہ وروح مع اپنی طاقتوں، اثرات اور خصوصیات کے ازخود ہیں۔ پرمیشر ان کا خالق نہیں۔ یوں کائنات کا ذرہ ذرہ ازخود اور ازلی ابدی ہونے میں خدا کا شریک ہے۔ لیکن موجودہ سائنس یہ کہتی ہے کہ کوئی چیز ازلی ابدی نہیں اور نہ ازخود وجود پذیر ہوسکتی ہے۔

چرند پرند اور حشرات الارض میں جان تو ہوتی ہے مگر روح نہیں

آریہ صاحبان کو ایک غلطی تو یہ لگی ہے کہ وہ چرند پرند وغیرہ کو بھی ذی روح مانتے ہیں۔ حالانکہ روح ہی وہ چیز ہے جو انسانوں کو حیوانوں سے ممیّز کرتی ہے۔ ہر ذی روح مخلوق سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس میں عقل ارادہ اور شعور ہوتا ہے۔ وہ اچھے برے کی تمیز کرنے اور اپنی مرضی سے کچھ اختیار کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ انسان اپنی خواہشات کی مخالفت کرسکتا ہے۔ اہم مقاصد کے لئے وہ عواقب سے بے پرواہ ہوکر اپنی جان پر ظلم بھی کرسکتا ہے۔ جبکہ حیوانات تو اپنی جبلّت (Instinct) ہی کی پیروی پر مجبور ہوتے ہیں۔ جانور اپنی خواہشات (Desires) کو کسی مقصد کی خاطر دبا نہیں سکتا۔ اسی لئے اسلام کے مطابق وہ کسی شریعت کے مکلّف نہیں۔ ان کے اعمال چونکہ بے اختیاری سے صادر ہوتے ہیں اس لئے ان پر جزا سزا کا قانون لاگو نہیں ہوتا۔ لہٰذا جانوروں کو آواگون کے چکر میں ڈالنا ان کے ساتھ سخت زیادتی ہے۔ کس جرم میں ایک گائے بے چاری اگلے جنم میں کتا بلاّ بن سکتی ہے۔ وہ تو ایسی مجبور ہیں کہ ان پر مختاری کی تہمت ناحق بھی نہیں لگائی جاسکتی۔ ایک بزرگ کے بارہ میں آتا ہے کہ انہوں نے ایک دن کسی پرندہ کو مخاطب کرکے کہا کہ تو کتنا خوش نصیب ہے کہ تیرا کوئی حساب کتاب نہیں ہونا۔ کاش میں بھی تیری طرح ایک پرندہ ہوتا جو کھاتا پیتا اور مرجاتا اور اپنے عملوں کا حساب نہ دینا پڑتا۔

روح ومادہ کے انادی ہونے کے عقیدہ کی غلطی

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"آریہ صاحبوں کا اعتقاد ہے کہ پرمیشر نے کوئی روح پیدا نہیں کی بلکہ کل ارواح انادی اور قدیم اور غیر مخلوق ہیں۔ ایسا ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مکتی یعنی نجات ہمیشہ کے لئے انسان کو نہیں مل سکتی بلکہ ایک مدّت مقررہ تک مکتی خانہ میں رکھ کر پھر اس سے باہر نکالا جاتا ہے۔ اب ہمارا اعتراض یہ ہے کہ یہ دونوں اعتقاد ایسے ہیں کہ ایک کے قائم ہونے سے تو خدا تعالیٰ کی توحید بلکہ اس کی خدائی ہی دور ہوتی ہے اور دوسرا اعتقاد ایسا ہے کہ بندہ وفادار پر ناحق کی سختی ہوتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگر تمام ارواح کو اور ایسے ہی اجزاء صغار اجسام کو قدیم اور انادی مانا جائے تو اس میں کئی قباحتیں ہیں۔ منجملہ ان کے ایک تو یہ کہ اس صورت میں خدائے تعالیٰ کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جس حالت میں بقول آریہ صاحبان ارواح یعنی جیو خود بخود موجود ہیں اور ایسا ہی اجزاء صغار اجسام بھی خود بخود ہیں تو پھر صرف جوڑنے جارنے کے لئے ضرورت صانع کی ثابت نہیں ہوسکتی۔ ایک دہریہ جو خدائے تعالیٰ کا منکر ہے عُذر پیش کرسکتا ہے کہ جس حالت میں تم نے کل چیزوں کا وجود خود بخود بغیر ایجاد پرمیشر کے مان لیا ہے تو پھر اس بات پر کیا دلیل ہے کہ ان چیزوں کے باہم جوڑنے جاڑنے کے لئے پرمیشر کی حاجت ہے؟

(سرمہ چشم آریہ ۔روحانی خزائن جلد 2صفحہ 139)

قرآن کریم روح و مادہ کے ازخود ہونے کی تردید فرماتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ "سب حمد اُس اللہ کے لئے ہے جو تمام دنیا کو پیدا کرنے والا ہے۔ جیسے آریہ جیو (روح) پرکرتی (مادہ) کی نسبت کہتے ہیں کہ آپ سے آپ چلے آتے ہیں۔ جیسے پرمیشر آپ سے آپ ہے۔ ان کی کُل طاقتیں بھی خود بخود ہیں۔ پرمیشر کا دخل نہیں۔ یہ وہ فرقہ تھا جس کی طرف اللہ نے ربّ العالمین سے اشارہ کیا اور ان کی تردید بھی کی"۔

(تفسیر سورہ فاتحہ از حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 101)

اگر کائنات ہمیشہ سے ہوتی تو وقت لامحدود ہوتا جو عقلاً محال ہے

وقت (ٹائم) دراصل تبدیلی کو ماننے کا ایک آلہ ہے اگر کہیں کوئی تبدیلی وقوع پذیر ہورہی ہوگی تو وقت کا وجود بھی ہوگا اور اگر کہیں کوئی تبدیلی نہ ہورہی ہو تو وقت کا شعور بھی نہیں ہوگا۔ اسی لئے سائنسدان ٹائم کا آغاز بِگ بینگ (Big Bang) کے واقعہ سے کرتے ہیں۔ جب کائنات ابھی وجود میں بھی نہیں آئی تھی اور کوئی تبدیلی کہیں ظہور میں نہیں آرہی تھی تو اس وقت ٹائم بھی نہ تھا۔ آئن سٹائن کے نظریہ اضافت (General Theory of Relativity) کے مطابق "قوت کا اپنا آزاد حیثیت سے کوئی وجود نہیں ہوتا سوائے واقعات کے تسلسل کو ماپنے کے" اس لئے وقت کی حیثیت مطلق (آزاد) اور قطعی (Absolute) نہیں ہے بلکہ اضافی اور نسبتی (Relative) ہے۔

وقت چونکہ صرف تبدیلیوں کے ماپنے کا ایک ذریعہ ہے اس لئے اس کا تعلق ہر آن تبدیل ہونے والی مخلوق سے ہی ہے۔ کیونکہ کوئی مخلوق ایسی نہیں جو مستقل طور پر تغیّر وتبدل کا شکار نہ رہی ہو۔ خدا تعالیٰ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہے۔ یعنی اس کی ذات ہر تبدیلی سے پاک ہے جس طرح وہ اب ہے وہ پہلے بھی ہمیشہ ایسے ہی تھا لہٰذا اس کے بارہ میں وقت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صرف وہی ہے جو اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ ہر جان اور روح قائم رہنے کے لئے اس کی محتاج ہے۔ لیکن وہ خود کسی کے سہارے کا محتاج نہیں۔ بوجہ اکیلا ہونے کے اُسکی نوع میں سے اور کوئی نہیں۔ وہ عِلّت ومعلول (Cause and Effect) کے سلسلہ اور قانون سے بالاتر ہے۔ اس لئے نہ اُس سے پہلے کوئی تھا اور نہ اس کے بعد کوئی ہوگا۔ اور حق تو یہ ہے کہ اُس کی کسی بھی دوسرے وجود سے مثال نہیں دی جاسکتی کیونکہ اس کا کوئی ہمسر ہے ہی نہیں۔ (مفہوم سورہ اخلاص)

سائنسدان کہتے ہیں کہ کائنات ازل سے ہوتی تو وقت بھی لامحدود (Infinite) ہوتا۔ اور اس کا کوئی سا حصہ بھی لامحدود ہوتا جو عقلاً محال ہے۔ مشہور سائنسدان سٹیفن ہاکنگ (StephenHawking) مشہور فلاسفر عما نویل کانٹ (Immanuel Kant) کے اس نظریہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس نظریہ (Thesis) کے لئے ان کی دلیل یہ تھی کہ اگر کائنات کا کوئی نقطۂ آغاز نہ ہوتا تو کوئی سے بھی دو واقعات کے درمیان کا وقت بھی لامحدود (Infinite) ہوتا جو کہ ایک خلافِ عقل بات سمجھی جاتی ہے"۔

("A Brief History of Time" by Stephen Hawking, P8)

دوسرے لفظوں میں چونکہ وقت لامحدود (Infinite) نہیں ہوسکتا اس لئے کائنات بھی ازل سے موجود نہیں ہو سکتی۔ حساب کی رُو سے بھی اگر لامحدود (Infinite) کو کسی بھی عدد سے تقسیم کریں تو جواب لامحدود (Infinite) ہی آتا ہے۔ اس کی ایک دلچسپ مثال یہ ہے کہ میں نے اس مضمون کو لکھنے کے لئے کچھ وقت صرف کیا ہے جو لامحدود ٹائم کا ایک حصہ ہونے کی وجہ سے لامحدود (Infinite) ہے گویا میں نے اس پر اربوں کھربوں سالوں سے بھی زیادہ وقت صرف کیا ہے جو ایک نامعقول بات ہے۔ پس وقت کو لامحدود ہی ہونا چاہئے جس کا مطلب ہے کہ یہ کائنات ازلی ابدی نہیں بلکہ کسی خاص وقت وجود میں آئی تھی۔

سٹیفن ہاکنگ لکھتا ہے کہ سینٹ آگسٹائن سے کسی نے ایک بار پوچھا کہ خدا نے جب ابھی کائنات پیدا نہیں کی تھی تو وہ اس وقت کیا کرتا تھا تو اس نے غصّہ میں آکر یہ نہیں کہا کہ اس زمانہ میں وہ تم جیسے لوگوں کے لئے جو اس طرح کے سوال پوچھتے ہیں جہنم تیار کر رہا تھا بلکہ یہ کہا کہ وقت تو اسی کائنات کی ایک صفت یا خاصیت (Property) ہے جو خدا نے بنائی ہے اور کائنات کے آغاز سے پہلے تو وقت کا وجود ہی نہیں تھا۔ (ایضاً صفحہ 9)

حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی روشنی میں سینٹ آگسٹن سے پوچھے جانے والے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ مخلوق کی کوئی قسم ایسی نہیں جو ہمیشہ سے خدا کے وجود کے ساتھ ازلی ابدی ہو لیکن مخلوق کی کوئی نہ کوئی نوع وہ ہمیشہ پیدا کرتا رہا ہے۔ ایک وقت ایسا ہوتا ہے جب وہ بالکل اکیلا ہوتا ہے یہ اس کی وحدت کا دور ہوتا ہے۔ اور پھر وہ چاہتا ہے کہ وہ مخلوق کے ذریعہ پہچانا جائے اور مخلوق سے تعلق رکھنے والی صفات کا ظہور ہو تو وہ مخلوق کو پیدا کرکے اپنی ایسی صفات ظاہر فرماتا ہے جن میں مخلوق بھی اس کی مشابہت اختیار کرسکے اور وہ خود اپنی ایسی صفات کے پردہ میں چھپ جاتا ہے جو اُسے مخلوقات سے علیحدہ پاک اور منزّہ ٹھہراتی ہیں۔ یہ دورِ کثرت ہوتا ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ وحدت اور کثرت کے دور کتنی بار آچکے ہیں۔ ہم انہیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔ حضورؑ کے اصلی الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

"اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِی خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (الاعراف:55) (ترجمہ) تمہارا پروردگار وہ خدا ہے جس نے زمین وآسمان کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر اس نے عرش پر قرار پکڑا۔ یعنی اس نے زمین وآسمان اور جو کچھ اُن میں ہے پیدا کرکے اور تشبیہی صفات کا ظہور فرما کر پھر تنزیہی صفات کے ثابت کرنے کے لئے مقام تنزّہُ اور تجرُّد کی طرف رُخ کیا جو وراءُ الوراء مقام اور مخلوق کے قرب وجوار سے دور تر ہے۔ وہی بلند تر مقام ہے جس کو عرش کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ پہلے تو تمام مخلوق حیّز عدم میں تھی اور خدائے تعالیٰ وراء الوراء مقام میں اپنی تجلیات ظاہر کر رہا تھا جس کا نام عرش ہے۔ یعنی وہ مقام جو ہر ایک عالم سے بلند تر اور برتر ہے اور اسی کا ظہور اور پرتو تھا اور اس کی ذات کے سوا کچھ نہ تھا۔ پھر اس نے زمین وآسمان اور جو کچھ ان میں ہے پیدا کیا اور جب مخلوق ظاہر ہوئی تو پھر اُس نے اپنے تئیں مخفی کر لیا اور چاہا کہ وہ ان مصنوعات کے ذریعہ سے شناخت کیا جائے۔ مگر یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دائمی طور پر

تعطّل صفاتِ الٰہیہ کا کبھی نہیں ہوتا اور بجز خدا کے کسی چیز کے لئے قدامت شخصی تو نہیں مگر قدامتِ نوعی ضروری ہے۔ اور خدا کی کسی صفت کے لئے تعطّل دائمی تو نہیں مگر تعطّل میعادی کا ہونا ضروری ہے۔ اور چونکہ صفتِ ایجاد اور صفتِ اِفنا باہم متضاد ہیں اس لئے جب اِفنا کی صفت کا ایک کامل دور آجاتا ہے تو صفت ایجاد کی ایک میعاد تک معطل رہتی ہے۔ غرض ابتدا میں خدا کی صفت وحدت کا دور تھا ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس دور نے کتنی دفعہ ظہور کیا۔ بلکہ یہ دور قدیم اور غیر متناہی ہے۔ بہرحال صفتِ وحدت کے دور کو دوسری صفات پر تقدم زمانی ہے۔ پس اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ ابتدا میں خدا اکیلا تھا اور اس کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ اور پھر خدا نے زمین و آسمان کو اور جو کچھ ان میں ہے پیدا کیا اور اسی تعلق کی وجہ سے اس نے اپنے یہ اسماء ظاہر کئے کہ وہ کریم اور رحیم ہے اور غفور اور توبہ قبول کرنے والا ہے مگر جو شخص گناہ پر اصرار کرے اور باز نہ آوے اس کو وہ بے سزا نہیں چھوڑتا اور اس نے اپنا یہ اسم بھی ظاہر کیا ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔ اور اس کا غضب صرف انہی لوگوں پر بھڑکتا ہے جو ظلم اور شرارت اور معصیت سے باز نہیں آتے''۔

(چشمئہ معرفت۔ مرزا غلام احمد قادیانیؑ صفحہ 232-231)

قرآن کے مطابق ہر مخلوق کی عمر محدود ہوتی ہے

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایجاد اور افنا یعنی تخلیق اور فنا ہونے کے دور آگے پیچھے آتے ہیں۔ اور ہر مخلوق بالآخر خدا کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ۔ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الروم:27-28)

''اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔ اور وہی ہے جو تخلیق کا آغاز کرتا ہے پھر اسے دہراتا ہے اور یہ اس پر بہت آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں اس کی مثال سب سے اعلیٰ ہے اور وہ کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے''۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (الحدید:3-4)

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔ وہی اول وہی آخر، وہی ظاہر وہی باطن ہے۔ اور وہ ہر چیز کا دائمی علم رکھتا ہے''۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (القصص:89)

''اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار۔ کوئی معبود نہیں مگر وہ۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے جلوے کے۔ اس کی حکومت ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے''۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ۔ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ (یسین:69)

''اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کو جبلّی طاقتوں کے لحاظ سے کم کرتے چلے جاتے ہیں۔ پس کیا وہ عقل نہیں کرتے''۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى۔ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ (الرعد:3)

''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا کیا جنہیں تم دیکھ سکو۔ پھر اس نے عرش پر قرار پکڑا اور پھر سورج اور چاند کو خدمت پر مامور کیا۔ ہر چیز ایک معیّن مدت کے لئے حرکت میں ہے۔ وہ ہر معاملہ کو تدبیر سے کرتا ہے (اور) اپنے نشانات کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم اپنے رب سے ملاقات کا یقین کرو''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

''بِگ بینگ کا نظریہ ایک واحد آفاقی بلیک ہول کے تصور کی تائید کرتا ہے جو قرآنی آیات کے عین مطابق ہے۔ بعض سائنسدان ایک مسلسل وسعت پذیر کائنات کا تصور پیش کرتے ہیں ان کے خیال میں کائنات پھیلتی چلی جائے گی یہاں تک کہ مادہ منتشر ہوتے ہوتے اتنا لطیف ہو جائے گا کہ کائنات کے مرکز کی کشش سے باہر نکل جائے گا۔ اس صورت میں کائنات کے یکجا ہو کر دوبارہ شروع ہونے کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ قرآن کریم اس نظریہ کو کُلّیۃً رد کرتا اور واضح اعلان کرتا ہے کہ کائنات Singularity یا اکائی سے شروع ہوئی تھی اور اسی پر اس کا اختتام ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت تمام کائنات کی تخلیق اور تخلیق کا پھر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کا بیان اس آیت سے بہتر نہیں ہوسکتا: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (البقرة:159) ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں''۔

(الہام۔ عقل۔ علم اور سچائی صفحہ 272-271)

اگر کائنات ہر آن پھیل رہی ہے تو کسی وقت اس کا آغاز بھی ہوا ہوگا

سٹیفن ہاکنگ اپنی مذکورہ بالا کتاب میں لکھتا ہے:

''لیکن 1929ء میں ایڈون ہبل (Edwin Hubble) نے ایک ایسا مشاہدہ کیا جو سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ یہ کہ تم جہاں کہیں بھی دیکھو یہی پتہ چلے گا کہ جو دُور کی کہکشائیں ہیں وہ تیزی سے ہم سے پرے ہوتی جا رہی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں کائنات پھیل رہی ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ شروع میں یہ اشیاء قریب ہوں گی۔ دراصل یہ معلوم ہوتا تھا کہ دس یا بیس ارب سال پہلے یہ سارے آسمانی کُرّے ایک ہی مقام پر مرکوز ہوں گے اور اس لئے اس کی کثافت (Density) لامحدود (Infinite) ہو گی۔ یہ دریافت آخر کار کائنات کے آغاز کو سائنس کی حدود میں لے آئی۔ ہبل کے مشاہدہ سے یہ خیال پیدا ہوا کہ ایک وقت ایسا تھا جس کو بِگ بینگ کہتے ہیں جب کائنات بیحد چھوٹی اور سمٹی ہوئی تھی اور اس کی کثافت (Density) لامحدود تھی۔ ان حالات میں سائنس کے قوانین اس پر لاگو نہ ہوتے تھے اور نہ ہی اس کے مستقبل کے بارہ میں کوئی پیشگوئی کی جاسکتی تھی اگر اس لمحہ سے پہلے کوئی واقعات گزرے تھے تو وہ موجودہ زمانہ کے واقعات پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتے۔ اس لئے اگر وہ ہوں بھی تو ان کا وجود نظرانداز کیا جا سکتا ہے ان کے کوئی نتائج ہمارے مشاہدہ میں نہیں آسکتے۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ بِگ بینگ سے ہی وقت کا آغاز ہوا کیونکہ اس سے پہلے کے وقت کی حد بندی نہیں ہوسکتی''۔

(ایضاً)

سٹیفن ہاکنگ کہتے ہیں کہ کائنات خواہ تبدیل ہو رہی ہو یا نہ ہو رہی ہو ہر دو صورتوں میں وقت کے کسی حصہ میں اس کا آغاز تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''ایک نہ تبدیل ہونے والی کائنات (Unchanging Universe) کا کسی وقت آغاز کائنات سے باہر کے کسی وجود کو مسلط (Impose) کرنا لازمی ہے۔ کیونکہ از خود شروع ہونے کے لئے ضروری وجوہ موجود نہیں ` اس صورت میں یہی تصور کیا جاسکتا ہے کہ خدا نے گزرے ہوئے زمانہ میں کسی وقت کائنات کو پیدا کیا۔ اس کے بالمقابل اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ کائنات ہر دم پھیل رہی ہے (یعنی تبدیل ہو رہی ہے) تو ہوسکتا ہے اس کے آغاز کے لئے اس وقت کوئی طبعی وجوہات موجود ہوں۔ اس صورت میں بھی یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ خدا نے بِگ بینگ کے لمحہ پر کائنات کو تخلیق کیا یا کسی وقت اس کے بعد یوں پیدا کیا کہ یوں لگے گویا بِگ بینگ واقعہ ہوا تھا۔ لیکن یہ خیال کرنا بے تُکّا ہے کہ کائنات بِگ بینگ سے پہلے وجود میں آئی تھی۔ پھیلتی ہوئی کائنات کا تصور ایک خالق کی ضرورت کا انکار نہیں کرتا البتہ وقت کی حد لگاتا ہے کہ اسنے کائنات کو کب پیدا کیا ہوگا''۔ (ایضاً)

پس ہر وہ شخص جو بِگ بینگ کی تھیوری کو تسلیم کرتا ہے اس کو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ کائنات ازخود ہمیشہ سے نہیں اور نہ ہمیشہ رہے گی۔

قرآن کریم اور تخلیقِ کائنات

قرآن کریم نے صراحت سے بیان فرمایا ہے کہ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (الانبیاء: 31) کائنات کا خالق خدا تعالیٰ ہے۔ آغاز میں یہ دھوئیں کی مانند تھی جیسے گیسیں وغیرہ۔ بند تھی جس کو خدا نے کھولا۔ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (الذاریت:48) کائنات کو خدا وسعت دے رہا ہے۔ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (الانبیاء :105) ایک وقت آئے گا کہ خدا اسے پھر لپیٹ دے گا اور پہلی والی حالت پر لے آئے گا اور پھر تخلیق کو دہرائے گا۔ ہر چیز بالآخر ضرور فنا ہوجانی ہے اور خدا کی طرف لوٹ کر جانی ہے۔ یہ سارا مضمون حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بہت خوبصورتی کے ساتھ اپنی مذکورہ بالا کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ جزاہ اللہ۔

عنطراپی (Entropy) کی وجہ سے کائنات کی عمر محدود ہے ازلی نہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ لکھتے ہیں:

''علم ریاضی کی رو سے یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ کائنات ازلی ابدی نہیں ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کائنات کو ابدی کہنا درست نہیں۔ اس امر کی مزید وضاحت کے عنطراپی (Entropy) کی اصطلاح کی سائنسی تعریف کا سمجھنا ضروری ہے۔ عنطراپی کے معنی یہ ہیں کہ اس کائنات میں موجود مادہ کا بہت معمولی سا حصہ توانائی کی صورت میں ضائع ہوتا رہتا ہے اور اسے کبھی بھی دوبارہ کسی بھی شکل میں حاصل نہیں کیا جاسکتا''۔

(الہام۔ عقل۔ علم اور سچائی صفحہ 273)

کائنات میں بے شمار کیمیائی عمل ہر وقت ہوتے رہتے ہیں جن پر توانائی خرچ ہوتی رہتی ہے اور انکا درجہ حرارت بڑھتا رہتا ہے۔ چونکہ گرمی کبھی سرد چیزوں سے دوبارہ گرم کی طرف منتقل نہیں ہوسکتی اس لئے یہ یکطرفہ عمل ہے جسے الٹایا نہیں جاسکتا۔ اس وقت کائنات کا درجہ حرارت صرف چار ڈگری کیلون (4 Degree Kelvin) ہے۔ کیلون کا صفر (Absolute Zero) مطلق صفر یعنی منفی 273 درجے فارن ہائیٹ ہوتا ہے۔ جس سے مزید کم درجہ حرارت ہو ہی نہیں سکتا۔ اس حساب سے ایک وقت ایسا بھی کائنات پر آسکتا ہے جب گرم سرد حصے سب برابر کے درجہ پر آجائیں۔ قابل استعمال ساری توانائی خرچ ہو چکی ہو۔ سارے کیمیائی عمل ختم ہوجائیں اور مالیکیول (Molecules) بے ترتیب ہو جائیں اور کائنات کی موت واقع ہو جائے۔ جس طرح انسان جو عالم صغیر ہے بڑھاپے کے ساتھ اس کے قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں اور اس کی خلقت میں کمزوری آجاتی ہے یہی کچھ عالم کبیر میں بھی ہوتا ہے۔ ہر مخلوق شے پر خدا کا یہ قانون حاوی ہے۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ۔ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ (یٰسٓ:69) اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کو جبلی طاقتوں کے لحاظ سے کم کرتے چلے جاتے ہیں۔ کیا وہ سمجھتے نہیں؟ جب ساری کائنات ایک ہی درجہ حرارت پر آجائے گی تو اس کو سائنسدان حرارت کی موت (Heat Death) کہتے ہیں۔ حضورؒ نے اپنی کتاب میں آسٹریلیا کے عالمی شہرت کے ایک سائنسدان پال ڈیویز (Paul Davies) کی تحریر کا بھی حوالہ دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''حرارت کی سائنس میں سب سے اہم اور مرکزی نقطہ دوسرا قانونِ حرارت ہے جس کے مطابق حرارت ٹھنڈک سے گرمی کی بجائے گرمی سے ٹھنڈک کی طرف سفر کرتی ہے۔ اس قانون کو الٹایا نہیں جا سکتا۔ یہ قانون کائنات میں وقت کی سمت معیّن کرنے والے ایک ایسے اشارے کا کام دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تبدیلیاں ایک ہی سمت میں ہو رہی ہیں۔ چنانچہ سائنسدانوں نے بہت جلد ہی یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ کائنات مسلسل ایک ایسے مقام کی طرف بڑھ رہی ہے جہاں پہنچ کر درجہ حرارت برابر ہو جائے گا اور کائنات ایک ایسی حالت پر آکر ٹھہر جائے گی جہاں حرارت سرے سے مفقود ہو گی۔ اس انتہائی حالت کو جس میں مالیکیول بے ترتیب ہو جائیں گے عنطراپی کہا جاتا ہے اس حقیقت سے کہ کائنات اب فنا نہیں ہوئی یعنی عنطراپی کی آخری حد نہیں آئی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کائنات ازلی نہیں ہے''۔ (ایضاً صفحہ 281)

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا

سالانہ چندہ خریداری

برطانیہ: تیس (30) پاؤنڈز سٹرلنگ

یورپ: پینتالیس (45) پاؤنڈز سٹرلنگ

دیگر ممالک: پینسٹھ (65) پاؤنڈز سٹرلنگ

(مینیجر)

MOT

CLASS IV: £48

CLASS VII: £56

Servicing, Tyres & Exhausts.

Mechanical Repairs

All Makes & Models

Rutlish Auto Care Centre

Rutlish Road

Wimbledon - London

Tel: 020 8542 3269

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی تازہ سوانح عمری

”کاسمک اینگر“ (Cosmic Anger)

پر ایک نظر

زکریا ورک - کینیڈا

نام کتاب: کاسمک اینگر (Cosmic Anger)
Abdus Salam,
(The First Muslim Nobel Scientist)
مصنف: گورڈن فریزر، **Gordon Fraser**
صفحات: 305، چھوٹے لفظوں میں طباعت،
سن اشاعت: 2008
قیمت: چالیس امریکن ڈالر، اور ڈاک خرچ

مشہور زمانہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے 2008ء میں دنیائے اسلام کے پہلے نوبیل انعام یافتہ طبیعات دان پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کی جدید سوانح عمری جس کو برطانوی سائنسدان اور مصنف گورڈن فریزر نے زیب قرطاس کیا تھا شائع کی ہے۔ کتاب کے 15 ابواب ہیں اور آخر پر نہایت عرق ریزی سے تیار کردہ فہرست کتب دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ انڈیکس بھی دیا گیا ہے۔ طباعت نہایت عمدہ کوالٹی کے کاغذ پر مگر چھوٹے ٹائپ میں ہے۔ کتاب کے فلیپ پر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی تصویر ہے جس میں ان کو سوچنے کے انداز میں دکھایا گیا ہے۔ کتاب میں 23 نایاب تصاویر بھی شامل ہیں۔ ابواب کے نام یوں دئے گئے ہیں:

1۔ سٹاک ہالم میں پگڑی۔ 2۔ برصغیر کے واقعات و مناظر۔ 3۔ مسیحاؤں، مہدیوں اور احمدیوں کا ذکر۔ 4۔ حسابی بچپن 5۔ ریاضی سے فزکس کی جانب۔ 6۔ لامحدودیت کے شناسا لوگ۔ 7۔ پاکستان سے کیمبرج میں آمد۔ 8۔ کسی بہتر کام کا سوچو۔ 9۔ گستاخانہ تھیوری۔ 10۔ سائنسی اقوام میں اتحاد کی کوشش۔ 11۔ ٹریسٹ کا شہر۔ 12۔ الیکٹرو ویک تھیوری۔ 13۔ کوارک لبریشن فرنٹ۔ 14۔ رحلت۔ 15۔ تعصب اور تفاخر۔ فہرست کتب، اور انڈیکس۔

گورڈن فریزر پیشہ کے لحاظ سے ایک سائنسدان تھا جس نے اپنی صلاحیتیں کتابیں لکھنے اور رسالوں کی ادارت میں صرف کر دیں۔ لندن کے امپیریل کالج سے فزکس اور ریاضی میں فرسٹ کلاس ڈگری حاصل کرنے کے بعد 60ء کی دہائی میں اس نے شارٹ سٹوری فکشن شوقیہ لکھنی شروع کیں۔ 1970ء میں جب اس کو احساس ہوا کہ وہ سائنس کیلئے خود کو موزوں نہیں سمجھتا تو اس نے لندن کے ایک ہفت روزہ میں رپورٹر کا کام شروع کر دیا۔ اس کے بعد سائنس لیبارٹریز کے رسائل کا ایڈیٹر رہا۔ 2002-1980 وہ جنیوا میں سرن کے مقتدر رسالہ کوریئر (Courier) کا ایڈیٹر رہا۔ برطانیہ کی متعدد یونیورسٹیوں میں وہ وزٹنگ لیکچرار رہ چکا ہے۔ ڈاکٹر سلام سے اس کی شناسائی 1962ء سے تھی جب وہ امپیریل کالج میں انیس سالہ طالبعلم تھا۔ اس کے بعد وہ پروفیسر سلام کے ریسرچ گروپ میں ریسرچ سٹوڈنٹ بھی رہا۔ کتاب کے تعارف میں اس نے لکھا ہے کہ وہ سلام کی انگریزی زبان پر مہارت کا قائل تھا حالانکہ ان کی مادری زبان پنجابی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ سلام بنیادی طور پر سائنسدان تھے مگر ایک سائنسی مرکز بنانے کے کیا دیگر محرکات تھے۔ سائنس رائٹر نائیجل کالڈر (Nigel Calder) کے بقول سلام کا محرک اس کا ضبط کیا ہوا غصہ تھا یعنی کاسمک اینگر جو اس کو دنیا میں ہونے والی ناانصافیوں پر آتا تھا۔ جہاں مواقع کی قلت کی وجہ سے کوئی ذہین سے ذہین تر طالبعلم اچھے موقعوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ اس کے ساتھ سلام کا کاسمک اینگر اس بات پر بھی تھا کہ اسلامی دنیا میں سائنس کو زوال آچکا تھا۔ یہ کتاب پنجاب کے ایک دیہاتی شہر کے نوجوان کی رومانوی کہانی ہے جو سائنس کی دنیا میں قائد بنا اور نوبیل انعام حاصل کیا مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ دنیا کے غریبوں کا بھی پرزور حمایتی اور علمبردار تھا۔

پہلے باب میں ڈاکٹر سلام کے حالات زندگی دینے کے بعد سٹاک ہالم میں ہونے والی نوبیل پرائز کی تقریب کا احوال دیا گیا ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ تاریخ کے صفحات اس بات پر شاہد ہیں کہ ذہین افراد کو ہمیشہ اپنے وطن کو الوداع کہنا پڑتا ہے تاکہ وہ علوم کے مراکز میں جا کر تحصیل علم کر سکیں۔ بعض دفعہ طالبعلموں کو اپنے استادوں کے پاس سفر کر کے جانا پڑتا ہے اور جب ایسے طالب علم واپس آتے ہیں تو خود استاد کا درجہ پا چکے ہوتے ہیں اور ان کو وہیں اپنے طالب علموں کے پاس سکونت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ سٹاک ہالم میں جب ڈاکٹر سلام انعام لینے گئے تو مصنف کے بقول ان کو معلوم تھا کہ وہ اسلام کے سائنسی سفیر ہیں۔ اس کے بعد مصنف نے اسلامی دنیا کے معروف سائنسدانوں الخوارزمی، البیرونی، ابن الہیثم کے مختصر حالات زندگی دیئے ہیں۔ مائیکل اسکاٹ کا ذکر کیا گیا ہے جو سکاٹ لینڈ سے 750 سال قبل تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے اسپین آیا تھا۔ ڈاکٹر سلام خود کو آج کے دور کا مائیکل اسکاٹ سمجھتے تھے جو مشرق سے مغرب تعلیم حاصل کرنے آیا تھا۔ ہندوستان کی تاریخ کے ضمن میں کہا گیا ہے کہ جس طرح اسکندر اعظم کی ہندوستان میں آمد ایک نئے دور کا آغاز تھا یہ بالکل ایسے ہی تھا جس طرح کولمبس نے امریکہ دریافت کیا تھا۔

دوسرے باب میں مصنف کہتا ہے کہ جس طرح سلطان محمود غزنوی اپنے ساتھ اس دور کے مشہور ترین مؤرخ، سائنسدان، ہیئت دان ابوریحان البیرونی کو ہندوستان پر حملے کے دوران لے کر گیا تھا اسی طرح نپولین اپنے ساتھ مصر کے حملے کے دوران سکالرز کی ایک ٹیم لے کر گیا تھا جنہوں نے مصریات پر ضخیم کتاب ترتیب دی تھی۔ چنگیز خان، سلطان تیمور لنگ کے ذکر کے بعد مصنف الوغ بیگ کے ذکر میں کہتا ہے کہ اس نے سمرقند کو ملٹری کے بجائے کلچرل سینٹر میں تبدیل کر دیا۔ یہاں اس نے ایک مدرسہ تعمیر کرایا۔ 1428ء میں اس نے ایک رصدگاہ کی تعمیر کروائی جس کی اونچائی 35 میٹرز اور قطر 50 میٹرز تھا۔ یہاں کے پیمائش کے آلات اس قدر اعلیٰ تھے کہ ایک کیلومیٹر کے فاصلے سے پنسل کی چوڑائی معلوم کی جا سکتی تھی۔ مغل بادشاہوں کے ذکر کے بعد ہندوستان میں انگریزوں کی آمد کا ذکر کیا ہے۔ انڈین سول سروس کے امتحان کیلئے امیدوار کا 19 سال کا ہونا شرط تھی اور امتحان برطانیہ میں ہوا کرتا تھا۔ مغل بادشاہ سائنس کے بجائے یادگاریں تعمیر کرنے میں زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔ تاہم الوغ بیگ اور ہمایوں نے علم ہیئت میں سائنسی روایت شروع کی تھی جس کو مہاراجہ جے سنگھ جے نے جنتر منتر کے نام سے رصدگاہیں بنا کر جاری رکھا۔ ہندوستان کے جن سائنسدانوں کو نوبیل انعام سے نوازا گیا ان میں سے چندرا شیکھر وینکا تارامن (1888-1970) کے ذکر کے علاوہ، چندرا بوس (1858-1937)، سبرامن یم چندرا شیکھر (پیدائش لاہور 1901ء)، اور ہومی جہانگیر بھابھا (1909-66) کا ذکر کیا گیا ہے۔

پانچویں باب ”ریاضی سے فزکس کی جانب“ کیمبرج یونیورسٹی کے ذکر میں کہا گیا ہے کہ یہی یونیورسٹی ڈاکٹر سلام کو بہت محبوب تھی۔ یونیورسٹی 30 کالجوں پر مشتمل ہے جو پورے شہر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہر کالج کا سربراہ ماسٹر کہلاتا اور یہاں کے لیکچرار فیلوز کہلاتے ہیں۔ یونیورسٹی کی ایک خصوصیت ریاضی کی تعلیم ہے۔ 1747ء سے یہ روایت چلی آرہی ہے کہ انڈر گریجوایٹ طالب علم کو ریاضی کا مشکل ترین امتحان پاس کرنا ہوتا ہے جس کو ٹرائیپوز کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سلام نے یہ امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا تھا۔ یہاں کی شہرہ آفاق کیونڈش لیبارٹری کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ رادرفورڈ (Rutherford) اور سلام کے کیریئرز میں مماثلتوں کے بیان میں کہا گیا ہے کہ دونوں افتادہ ممالک سے سکالرشپس پر کیمبرج آئے تھے۔ رادرفورڈ کے بارہ بہن بھائی تھے جبکہ سلام کے سات بھائی اور ایک بہن تھی۔ دونوں چاہتے تھے کہ سول سروس میں چلے جائیں مگر سائنسدان بن جانا ان کے مقدر میں تھا۔ مصنف کہتا ہے کہ 1946ء میں جب لیور پول کی بندرگاہ پر سلام بحری جہاز سے اترا تو وہاں حسن اتفاق سے سر ظفر اللہ خاں اپنے بھتیجے کو لینے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ سخت سردی تھی اور سلام کے پاس اوورکوٹ نہیں تھا۔ سر ظفر اللہ نے اس کو اپنا سردیوں کا کوٹ مرحمت فرما دیا۔ سلام کے پاس کتابوں کا بھاری بھرکم سوٹ کیس تھا اور یہاں پورٹر نہیں ہوتے۔ سر ظفر اللہ نے سلام سے کہا کہ وہ سوٹ کیس کو ایک طرف سے پکڑ لے اور دوسری طرف سے انہوں نے اٹھا لیا۔ دونوں ٹرین لے کر لندن آ گئے۔ پہلی رات سلام نے سر ظفر اللہ کے ساتھ احمدیہ مسجد فضل میں بسر کی اور اگلے روز کیمبرج روانہ ہو گیا۔ ڈاکٹر سلام کے ایک مقولہ کا بھی یہاں حوالہ دیا گیا ہے: Spcialization in one area is the sterilization of ones intelligence.

ڈاکٹر سلام کے کیمبرج میں استاد فریڈ ہوئیل نے ان کی وفات پر وفات نامہ لکھا تھا۔ اس میں سے درج ذیل واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ سلام کے کیمبرج آنے پر اس کو ٹرائیپوز کے امتحان کے پارٹ ٹو کے پری لمنری کورس میں شامل کر لیا گیا۔ وسط جون جب ہوئیل کی ملاقات سلام سے ہوئی تو اس نے سلام سے پوچھا: ”تمہارا پری لمز (Prelims) کا امتحان کیسا رہا؟“ اس نے جواب دیا بہت ہی گھٹیا۔ مَیں نے بہت ساری فضول غلطیاں کیں اور ہنستے ہوئے چلا گیا۔ ہوا یہ تھا کہ پری لمز امتحان کی کلاس کی فہرست اور طلباء کے نمبرز ان کے سپروائزروں کو بھجوا دئے گئے تھے۔ سلام نے نہ فرسٹ کلاس حاصل کی تھی اور میرے خیال میں تیسرے نمبر پر تھا۔ سلام نے چار پرچوں میں اسّی فی صد اوسط نمبر لئے تھے اور اس کو کالج سکالرشپ دیا گیا تھا“۔ مسجد فضل لندن کے امام مشتاق احمد باجوہ نے سلام کے والدین کی غیر حاضری میں اس کے کاغذات پر دستخط کر دئے۔ سلام بہت خوش تھا لیکن جس چیز نے اس کو ششدر کیا وہ یہ تھا کہ اس کے اردگرد جتنے بھی نیوٹن کے وارث تھے ان سب سے بہتر اس کا نتیجہ تھا۔

اب تک ڈاکٹر سلام کی زندگی کا مطمح نظر ریاضی میں تعلیم حاصل کرنا تھا۔ مگر جب انہوں نے پال ڈائراک کا ایک کورس لیا تو اس کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ بجائے ریاضی کے ان کو تھیورٹیکل فزکس میں ریسرچ کرنی چاہیے۔ وہ پال ڈائراک کے نقش قدم پر چلنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے استاد فریڈ ہوئیل سے مشورہ کیا تو اس نے ان سے اتفاق کیا۔ یوں وہ ریاضی کو الوداع کہہ کر نظری طبیعات میں چلے گئے۔ بقول سلام ہوئیل سے ان کی یہ گفتگو ان کی زندگی کی فیصلہ کن گفتگو تھی۔ فریڈ ہوئیل نے وفات نامے میں لکھا تھا ”عبدالسلام کے نزدیک بیسویں صدی کا سب سے عظیم سائنسدان بلاشبہ پال ڈائیراک (Paul Dirac) تھا شاید کوئی شخص کہے کہ ہاں سینٹ جانز کالج کا ایک گریجوایٹ اسی کالج کے دوسرے گریجوایٹ کی لازماً تائید کرے گا لیکن جب مَیں نے اس سے استفسار کیا کہ اس فہرست میں آئن سٹائن بھی شامل ہے؟۔ اس کا جواب اس ضمن میں دو ٹوک تھا: آئن سٹائن کیلئے اس کا تمام میتھ (math) اس کو کر کے دیا جاتا تھا۔ جبکہ ڈائیراک نے اس کو خود ایجاد کیا نہ صرف یہ بلکہ وہ ڈائیراک ہی تھا جس نے یہ بات واضح کی کہ تھیورٹیکل فزکس کی طرف جانے والا راستہ (abstract math) سے ہو کر جاتا ہے نہ کہ میتھ کو انجنئر کرنے سے۔ میرے نزدیک عبدالسلام کا یہ نقطہ نظر بالکل درست تھا“۔

ساتویں باب میں لکھا ہے کہ جب ڈاکٹر سلام تعلیم مکمل کرنے کے بعد لاہور گورنمنٹ کالج میں 1951ء ریاضی کے پروفیسر مقرر ہوئے تو وہ اپنے آپ کو علمی طور پر تنہا محسوس کرتے تھے۔ نومبر 1952 میں ان کو اطلاع ملی کہ تھیورٹیکل فزکس کا ایک مشہور زمانہ سائنسدان وولف گانگ پالی بمبئ وزٹ کیلئے آیا ہوا ہے۔ دراصل پالی کسی ایکسپرٹ کے ساتھ فیلڈ تھیوری پر بحث کا خواہشمند تھا اور بمبئ سے نزدیک ترین ایکسپرٹ سلام ہی تھا۔ سلام بمبئ پہنچ گئے مگر کالج کے پرنسپل سے اجازت لئے بغیر اس لئے جب وہ واپس لوٹے تو ان کی سرزنش ہوئی تھی۔ بمبئ میں ان کی ملاقات ہندوستانی طبیعات دان کے ایس سنگوی K.S. Singwi سے ہوئی اور دونوں نے نئی نئی جنم لینے والی فیلڈ سپر کنڈکٹیوٹی پر مشترکہ مضمون لکھا تھا جو جاپان کے ایک رسالہ میں شائع ہوا تھا۔

دسمبر 1953ء میں ڈاکٹر سلام اپنی اہلیہ اور تین سالہ بیٹی کے ہمراہ کیمبرج میں ایک فلیٹ میں رہنے لگے۔ فیملی کے برطانیہ آنے کے بعد کار کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر سلام نے کار چلانے کے سبق لینے کے بعد جب امتحان دیا تو جب آپ کار کو صحیح رنگ میں ریورس (Reverse) نہ کرنے پائے تو ممتحن نے آپ کو فیل کر دیا۔ اس پر سلام بہت پریشان ہوئے زندگی میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ آپ امتحان فیل ہوئے تھے۔ اگلی بار اگرچہ آپ پاس ہو گئے۔ ان دنوں جب پال ڈائراک پرنسٹن گیا ہوا تھا تو آپ سے کہا گیا کہ طلباء کو ”بیسک کوانٹم میکینکس“ میں لیکچرز دیں۔ آپ کیلئے یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ آپ اپنے استاد کی جگہ لیکچر دے رہے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کو طلباء کو ہفتے میں چھ گھنٹے ٹیوٹرنگ بھی کرنی ہوتی تھی۔

پیٹر لینڈ شاف (Peter Landshoff) جو بعد میں کیمبرج میں ریاضی کا پروفیسر بنا تھا اس کا کہنا تھا:

”سکول ختم کرنے کے بعد سلام نے جو ہماری سب سے پہلی سپرویژن کی، بہت ہی ولولہ انگیز تھی۔ وہ ہمیشہ ٹیوٹرنگ اس سوال سے شروع کرتا تھا کہ ہمیں اسباق میں کن مشکلات کا سامنا ہے؟ اس کے بعد وہ صاف صاف مگر جلدی میں ان کا حل سمجھا دیتا تھا۔ یوں ہماری سپرویژن دس منٹ سے زیادہ نہیں ہوتی تھی جبکہ ہم نے ایک گھنٹہ کے پیسے دئے ہوتے تھے“۔

کتاب کے دسویں باب ''سائنسی اقوام میں اتحاد کی کوشش'' صفحہ 158 پر ان تین نصائح کا ذکر ہے جو سرظفراللہ خاں نے 1940ء میں چوہدری محمد حسین صاحب کے خط کے جواب میں سلام کے لئے لکھیں تھیں۔

(1) عزیزم کو اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیئے۔

(2) اگلے روز کے لیکچروں کی تیاری ایک روز پہلے کی جائے، نیز اس نے جو کچھ اس روز سیکھا ہے اس سبق کو دہرائے۔

(3) تفریحی اور تعلیمی سفر فوری مقصد کے علاوہ اس نیت سے کئے جائیں کہ ذہن میں وسعت پیدا ہو۔

اگلے صفحہ پر مصنف نے لکھا ہے کہ ظفراللہ خان مذہبی عقائد پر پوری طرح کاربند ہونے والے، سکالر اور منجھے ہوئے سیاست دان تھے۔ ایک دفعہ سرظفراللہ ہسپتال میں علاج کیلئے مقیم تھے تو ڈاکٹر سلام ان کی عیادت کے لئے ہسپتال جاتے ہوئے اپنے ساتھ ''شمائل ترمذی'' بھی لیتے گئے۔ سلام نے سرظفراللہ سے کہا میری خواہش ہے کہ ایک روز اس کتاب کا انگلش میں ترجمہ کروں۔ کچھ ماہ بعد سلام سرظفراللہ سے ان کے گھر ملنے گئے تو انہوں نے سلام کو شمائل ترمذی کا طبع شدہ نسخہ پیش کیا۔ کتاب کا انتساب یوں تھا: with deep gratitude to Abdus Salam, eminent physcist, with whom the idea of this book originated.

مَیں ممتاز طبیعات دان عبدالسلام کا بہت مشکور ہوں جس کی صحبت نے اس کتاب کے خیال کو جنم دیا تھا۔ 1980ء میں پروفیسر سلام اور سرظفراللہ خاں دونوں مراکش گئے تھے جہاں ان کو بادشاہ حسن نے ملکی اعزازات سے نوازا تھا۔ اس باب میں سرظفراللہ کے حالات زندگی تین صفحات میں دئے گئے ہیں۔

لاہور کی علمی تنہائی، کتابوں کی کمی، سائنسی رسالوں کا نہ ہونے کے برابر ان سب باتوں نے سلام کو مجبور کیا تھا کہ ریسرچ کو کیمبرج میں جاری رکھے جس کیلئے ان کو ہجرت کرنا ضروری تھا۔ انہوں نے اپنی مثال قندھار کے سائنسدان سیف الدین سلمان سے دی جو اپنے وطن سے ہجرت کر کے سمرقند میں الوغ بیگ مراغہ کی رصدگاہ میں ریسرچ کا کام کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ سلمان نے اپنے والد کو خط میں لکھا: ''اے میرے پیارے والد میری سرزنش نہیں کیجئے کہ میں آپ سے ضعیف العمری میں سمرقند میں رہائش کی اجازت طلب کر رہا ہوں...... مجھے میرا آبائی قندھار بہت ہی پیارا ہے۔ اس کی درختوں کے قطاروں میں سڑکیں، میں حسرت کرتا ہوں کہ میں کب واپس لوٹوں گا۔ اے میرے اعلیٰ مرتبے والے باپ لیکن مجھے تحصیل علم کی خاطر میرے جنون کے پیش نظر مجھے معاف کر دیجئے۔ قندھار میں کوئی کتب خانے نہیں، زاویہ پیا نہیں، اصطرلاب نہیں، میری ستارہ شناسی کو تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ میرے ہم وطن تلوار کی چمک سے زیادہ مرعوب ہیں بجائے عالم کے قلم سے، میرے اپنے شہر میں مَیں خود کو ایک غمگین، حقیر اور ناموزوں شخص محسوس کرتا ہوں''۔ سلمان کی یہ پکار یوں محسوس ہوتا ہے گویا سلام کی پکار ہو۔ یوں لگتا ہے یہ خط سلام نے جھنگ میں اپنے والد کو لکھا تھا۔

1958ء میں جنرل ایوب خان کے پاکستان کا صدر بننے پر کئی قسم کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ سب سے پہلے ان کو سائنٹفک کمیشن کا ممبر مقرر کیا گیا، پھر پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کا ممبر، ایڈوائزر ایجوکیشن کمیشن اور پھر سائنسی مشیر صدر پاکستان۔ اس رنگ میں سلام سول سرونٹ بن گیا جس کی ان کے والد کو خواہش تھی۔

1960ء میں PAEC کی جب داغ بیل رکھی گئی تو سلام کی سفارش پر عشرت حسین عثمانی کو اس کا ڈائریکٹر مقرر کر دیا گیا۔ دونوں نے اسلام آباد میں پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف نیوکلیر سائنس اینڈ ٹیکنالوجی PINSTECH کی بنیاد رکھی۔ یہاں کے ریکٹر نے 1965ء میں کام کرنا شروع کیا اور پاکستان کے پہلے نیوکلیر پاور پلانٹ کو فیول مہیا کیا تھا جس نے 1972ء میں کراچی کو بجلی فراہم کرنا شروع کی تھی۔ اس دور میں پاکستان کا نیوکلیر ٹیکنالوجی حاصل کرنے کا مقصد اس کا پرامن مقاصد کیلئے استعمال تھا۔

تین پسپائیاں

چودہویں باب میں بھٹو کے دورِ حکومت میں احمدیوں کے نان مسلم قرار دئے جانے اور سلام کے استعفیٰ دینے کا ذکر ہے۔ سلام نے جب بھٹو کو اپنا استعفیٰ پیش کیا تو اس نے استعفیٰ قبول کرتے ہوئے درخواست کی کہ سلام پاکستان کو اپنے زرّیں مشوروں سے نوازتا رہے۔ مسٹر بھٹو نے ڈاکٹر سلام سے کہا یہ سب کچھ سیاست ہے مجھے وقت دو مَیں اس فیصلے کی تنسیخ کر دوں گا۔ سلام نے بھٹو سے عرض کی برائے کرم یہ بات مجھے لکھ کر دے دیجئے اور یہ بالکل راز رہے گا۔ مسٹر بھٹو نے جواباً کہا ''مَیں ایسا نہیں کر سکتا، یاد رکھو مَیں ایک سیاست دان ہوں''۔

1976ء میں ڈاکٹر سلام نے نتھیا گلی سمر سکول کا آغاز کیا تا دنیا کے ممتاز طبیعات دان Physics & Contemporary Needs کے عنوان پر آ کر لیکچرز دیں۔ یہ سمر سکولز آج بھی PAEC کی نگرانی میں ہر سال منعقد ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹر سلام نے یونیسکو کا ڈائریکٹر جنرل بننے کے لئے جو ناکام کوشش کی تھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ 1987ء میں سلام نے اس ضمن میں 30 ملکوں کا دورہ کیا تھا۔ اگرچہ آپ کے پاس پاکستانی شہریت تھی مگر ضیاء الحق کی حکومت جنرل یعقوب علی خاں کو نامزد کر چکی تھی جو ایک وقت وزیر خارجہ رہ چکا تھا۔ یعقوب خاں کے حق میں لابی کا کام عطیہ عنایت اللہ کر رہی تھی جس نے کہا تھا کہ جس طرح ایک جنرل نے فرانس کو بچایا تھا اسی طرح ایک اور جنرل یونیسکو کو بچائے گا۔ سلام نے وزیر اعظم محمد خاں جونیجو کو تجویز کیا کہ ڈائریکٹر جنرل کے لئے پاکستان کے دو امیدوار ہونے چاہئیں۔ لیکن جونیجو کو معلوم تھا کہ ضیاء الحق اس تجویز سے اتفاق نہیں کرے گا اس لئے اس نے شش و پنج سے کام لیا۔ سلام کے لئے یہ شکست نہ صرف ان کی زندگی میں ٹرننگ پوائنٹ بلکہ بہت بڑا دھچکا تھا۔ اس کی امنگیں پاش پاش ہو چکی تھیں۔ مگر جو لوگ سلام کے قریبی واقف کار تھے انہوں نے سکھ کا سانس لیا کہ ایک چھوٹے سے انسٹی ٹیوٹ کو چلانا جہاں سلام ہر ایک کے نام سے واقف تھا مگر یونیسکو کو روزانہ چند گھنٹے دے کر چلانا آسان کام نہیں تھا۔ انہی دنوں میں سلام اور پال میتھیوز نے ''برٹش نیشنل تھیوریٹکل فزکس سینٹر'' کا تفصیلی آرکیٹیکٹ پلان تیار کیا جس کو امپیریل کالج کے اندر تعمیر ہونا تھا۔ مگر یہ سکیم بھی ناکام ہو گئی کیونکہ برٹش سائنٹفک کمیونٹی نے اس کی حمایت نہ کی۔ 1981ء کا سال جیمز کلرک میکس ویل کی پیدائش کا 150 واں سال تھا جو نیوٹن کے بعد برطانیہ کا سب سے عظیم سائنسدان تھا مگر اس کو قومی طور پر کوئی تشخص نہیں دیا جاتا تھا۔ برطانیہ میں سلام ان چند افراد میں سے تھا جس نے میکس ویل کو یاد رکھا اور کوشش کی کہ یوم پیدائش قومی سطح پر منایا جائے۔ مگر یہ کوشش بھی ناکام رہی البتہ اس کا جنم دن سوویٹ یونین میں منایا گیا تھا۔

1989ء کا سال برطانیہ میں سلام کی سربلندی اور اس کی عظمت کے اعتراف کا سال تھا جب ان کو ''آنریری نائٹ کمانڈر آف برٹش ایمپائیر KBE'' کے خطاب سے نوازا گیا۔ یہ آرڈر کنگ جارج پنجم نے بیسویں صدی کے شروع میں قائم کیا تھا تا کہ ایسے افراد کا اعتراف کیا جائے جو لڑائی میں شامل تو نہیں ہوئے مگر انہوں نے پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانیہ کی خدمت کی تھی۔ اس اعزاز کے ملنے پر سلام اپنے نام کے ساتھ سر کا لفظ نہیں لکھ سکتا تھا کیونکہ اس کیلئے برطانوی شہری ہونا ضروری تھا۔ ظفراللہ خاں کے نام کے ساتھ سر اس لئے لکھا جاتا تھا کیونکہ ہندوستان اس وقت برطانیہ کے زیر حکومت تھا۔ 26 جون 1989ء کو بکنگھم پیلیس میں سلام کو یہ اعزاز دیا گیا۔ وہ پہلا غیر برطانوی سائنسدان تھا جس کو یہ خطاب تفویض کیا گیا تھا۔ سلام کا دماغ ہائپر ایکٹو تھا جو بہت زیادہ انرجی استعمال کرتا تھا اس لئے وہ کھانوں کے وقفے میں چاکلیٹ، بادام، پستہ، میوہ، پنیر اور بسکٹ تناول کرتے رہتے تھے تا کہ دماغ کو مطلوبہ توانائی مسلسل فراہم ہوتی رہے۔ جب سلام سفروں پر ہوتے تھے تو ان کے بیگ کے اندر چاکلیٹ، بسکٹ، اور میوے رکھے ہوتے تھے۔ جب سلام کو احساس ہوا کہ وہ مڈل ایج کو پہنچ رہے ہیں تو انہوں نے روئنگ (Rowing) مشین خرید لی تا کہ ورزش کی جا سکے مگر یہ مشین پٹنی کے محلے میں کمپئین روڈ والے مکان میں بغیر استعمال کے گرد و غبار جمع کرنے کا ذریعہ بنی رہی۔

علالت اور رخصت

سلام کی زندگی لندن اور ٹریسٹ میں منقسم تھی اور اس کے ساتھ بین الاقوامی سفر۔ ٹریسٹ میں وہ آئی سی ٹی پی سے قریب چھوٹی سی حویلی میں فروکش تھے جہاں وہ روزانہ 18 گھنٹے کام کرتے تھے۔ کام اس قدر زیادہ تھا کہ وہ اپنی صحت کو کاموں پر مقدم نہیں رکھتے تھے۔ ان دنوں لندن میں ان کا گلا ایسا خراب ہوا کہ ان کو Tonsillectomy کا آپریشن کروانا پڑا۔ 1968ء میں ان کو ٹریسٹ اپنڈیکس کا آپریشن کروانا پڑا تھا۔ مگر ایمرجنسی آپریشن کے صرف دو روز بعد ہی وہ ہسپتال کے بستر پر فزکس میں ریسرچ کا کام کر رہے تھے۔ کچھ عرصہ بعد سلام کو احساس ہوا کہ ان کو چلنے میں دقّت ہو رہی ہے اس لئے انہوں نے چھڑی استعمال کرنا شروع کر دی۔ شاید یہ یونیسکو میں ناکامی کی وجہ سے ہوا تھا جس نے ان کے جسم میں تمام توانائی نچوڑ کے رکھ دی تھی۔ مگر یہ نفسیاتی شکست ہی نہ تھی۔ اب ان کا دائیں انگوٹھا کچھ ایسا شل ہوا کہ اس کی وجہ سے ان کو ہاتھ سے لکھنا مشکل ہو گیا۔ حویلی میں سیڑھیوں پر جاتے ہوئے وہ کئی بار گر گئے۔ عموماً جب انسان گرتا تو سامنے کی طرف گرتا ہے مگر سلام پیچھے کی طرف گرتے تھے۔ بالٹی مور (امریکہ) میں جان ہاپ کنز ہاسپٹل میں وہ ایک سپیشلسٹ کو ملنے گئے مگر وہاں جانے قبل وہ پاکستانی نظری طبیعات دان قیصر شفیع کے گھر گئے۔ کھانا تیار ہو رہا تھا تو انہوں نے سویڈش ایکسٹریس لیو المان Lev Ullman کی سوانح عمری پڑھنا شروع کر دی۔ یہ سوانح عمری ان کو اتنی پسند آئی کہ وہ ہسپتال اپنے ساتھ لے گئے۔ ہاں ان کی بیگم امتہ الحفیظ نے ناراضگی کا اظہار کیا کیونکہ سلام نے بہت زیادہ گلاب جامن تناول کر لئے تھے۔ ہسپتال کے ڈاکٹروں نے کہا کہ یہ مرض پارکن سن مرض سے ملتا جلتا ہے مگر کوئی صحیح تشخیص نہ کر سکے۔ جاتے ہوئے سلام نے پنجابی میں ڈاکٹروں کی اہلیت کے متعلق سرگوشی میں ہتک آمیز فقرہ کہہ دیا۔

1989ء میں سلام نے سرن (سوئٹزرلینڈ) کے نئے پارٹیکل ایکسیل ریٹر (LEP) کے افتتاح میں حصہ لیا جہاں فرانس کا صدر مہمان خصوصی تھا۔ اب چونکہ سلام کے لئے چلنا مشکل تھا اس لئے وہ وھیل چیئر میں تھا۔ 1990ء میں اس نے ڈیووس میں ہونے والے انٹرنیشنل اکنامک فورم میں شرکت کی۔ لندن ہاسپٹل فار نیورالوجی کے ڈاکٹر اینڈریوز لیز Andrew Lees نے اس کی تشخیص PSP (progrsssive supranuclear palsy) کی۔ یہ ایک اعصابی بیماری ہے جو ایک لاکھ میں سے ایک کو ہوتی ہے۔ یہ نئی قسم کی بیماری تھی جو حال ہی میں تشخیص ہوئی تھی۔ اس کا پارکن سن اور آلزہائمر سے الگ امتیاز کرنا مشکل ہوتا ہے۔ PSP کا کوئی علاج نہیں۔ یہ مہلک بیماری نہیں مگر اس کا مریض مبہوت اور لڑکھڑاتے ہوئے چلتا ہے۔ اس کے سائیڈ ایفیکٹس جیسے زخم، نمونیا، ناقص غذا مریض کو لے بیٹھتے ہیں۔ مارچ 1993 میں سلام کے شاگردوں، معاونوں اور مداحوں نے تجویز کیا کہ سلام کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد کیا جائے۔ چنانچہ ٹری اسٹ میں Highlights of Particle and Condensed mater physics کے عنوان سے جلسہ منعقد ہوا۔ نوبیل انعام میں سلام کے شریک سٹیون وائن برگ، ہمکاروں میں سے سی این ییانگ، رابرٹ ڈیل بورو، جوگیش پتی، سیف اللہ رنجبار دائمی، جان سٹراڈھی، ٹام کبل، شاگردوں میں سے یووال نی مان، ریاض الدین، فیاض الدین اور مداحوں میں ایڈورڈ وٹن، جیرارڈ ہوفٹ نے تقاریر کیں۔ سلام وھیل چیئر میں آڈی ٹوریم میں پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ سینٹ پیٹرز برگ (سوویٹ یونین) یونیورسٹی کی طرف سے اعزازی ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی جس کے لئے یونیورسٹی کا ریکٹر وہاں خود آیا تھا۔

سلام اب سینٹر کی بھاری ذمہ داریاں ادا کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ 1995ء میں ارجنٹائین کے طبیعات دان می گوئیل ویراسارو (Virasaro) کو ڈائریکٹر بنا دیا گیا۔ سلام تنہا اور خاموش زندگی گزارنے لگا۔ آکسفورڈ میں دریا کے کنارے مکان میں سلام سارا دن خاموش بیٹھا رہتا تھا۔ بڑی مشکل سے وہ لیونگ روم سے اوپر کی منزل پر واقع بیڈروم میں جا سکتا تھا۔ کبھی کبھار وہ پٹنی (لندن) بھی اپنے گھر چلا جاتا جہاں اس کا بیٹا احمد اور بہو صوفیہ مکین تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کے ٹیپ کیسٹوں کو سننے کے علاوہ پاواروٹی (Pavarotti) کی مسحور کن آواز میں اوپرا کلاسیک سننا پسند کرتا تھا۔ مرض شدت اختیار کرتا گیا اور سلام کی قوت گویائی سلب ہوتی گئی۔ جو کچھ اس کے اردگرد ہو رہا ہوتا تھا اس سے وہ بخوبی آگاہ ہوتا تھا۔ بی بی سی کی خبریں بڑے شوق سے سنتا تھا۔ اب تمام گفتگو کا انحصار آنکھوں کے اشاروں پر تھا۔ وہ صرف ایک ایک لفظ سرگوشی کے رنگ میں ادا کر سکتا تھا یا پھر سوالوں کا جواب ہاں یا ناں میں دے سکتا تھا۔ لیکن پورا فقرہ ادا کرنے سے محروم ہو چکا تھا۔ اٹلی کے ڈاکٹر لوسیانو برٹوچی نے اس کو آکسفورڈ میں ملنے کے بعد کہا تھا: his body was no longer obeying his spirit.but that Salam's eyes sparkeled when he heard new from Trieste۔ اس کی نرم و گداز آنکھیں اس کے اندرونی جذبات کا آئینہ تھیں جو ابھی تک اس کے اندر مانند چراغ روشن تھے۔ 1995ء کے بعد اس کو کھانا نلکی کے ذریعہ دیا جاتا تھا۔

29 جنوری 1996ء کو اسلام آباد میں سلام کا یوم پیدائش منانے کیلئے ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ مخالفین نے اس کو رکوانے کیلئے ہزار جتن کئے مگر وزیر اعظم بھٹو نے ان کی درخواست کو مسترد کر دیا۔ وزیر اعظم پاکستان کی طرف سے تہنیتی پیغام لندن میں پاکستانی ہائی کمشنر نے سلام کے آکسفورڈ والے گھر میں پہنچایا تھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ شاید سلام کا آخری وقت آن پہنچا ہے کئی دوست احباب سفر کر

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TLU.K.

بذریعہ e-mail رابطہ قائم کرنے کے لئے پتہ یہ ہے:-

mahmud@tiscali.co.uk

mahmud.a.malik@gmail.com

یادوں کے دریچے سے

رسالہ ’’نورالدین‘‘ جرمنی کے ’’سیدنا طاہرؒ نمبر‘‘ میں مکرم عبدالباسط طارق صاحب مربی سلسلہ اپنے مضمون میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خلافت سے بہت پہلے دارالذکر لاہور میں رمضان میں سورۃ القدر کا درس دیا جس میں عربی گرائمر اور عربی محاورہ کی تشریح کی اور بتایا کہ جب قرآن کریم میں کسی مضمون کا تسلسل ٹوٹ جائے اور بظاہر خلا نظر آئے تو وہیں معارف اور معانی کا ایک دریا پنہاں ہوتا ہے۔ میرے لئے حیرت کی بات یہ تھی کہ ایک گھنٹہ سے زائد آپؒ نے روزہ کی حالت میں کھڑے ہوکر درس دیا اور کوئی نوٹس وغیرہ آپؒ کے سامنے نہ تھے۔

راولپنڈی کی ایک مجلس سوال و جواب میں ایک شخص کے سوال پر کہ خدا کی ہستی کی کیا دلیل ہے آپؒ نے جواب دیا آنحضرتؐ کی ذات خدا کی ہستی کی دلیل ہے پھر آنحضرتؐ کی حالات زندگی سے آپؒ نے کمال طریق پر ثابت کیا کہ ایک زندہ خدا موجود ہے۔

ربوہ میں انصاراللہ کے ایک اجتماع میں حضورؒ نے تلقین عمل کے پروگرام میں بتایا کہ جلسہ سالانہ ربوہ کا پروگرام دیکھ کر لوگ یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ فلاں کی تقریر سننی ہے کیونکہ وہ اچھا مقرر ہے اور فلاں کی نہیں سننی کیونکہ وہ اچھا مقرر نہیں ہے۔ یہ سوچ جماعتی مفاد کو نقصان پہنچاتی ہے اور برکات سے محرومی کا باعث ہے۔

ساہیوال کی مسجد میں حضورؒ نے خطبہ جمعہ دیا یہ غالباً 1976ء کی بات ہے خطبہ کیا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم اس دنیا میں نہیں ہیں بلکہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں پہنچ گئے ہیں۔ حضورؒ نے 1974ء میں احمدی خواتین اور نوجوانوں کی قربانی کے واقعات اس رنگ میں بیان کئے کہ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اشکبار نہ ہو۔ خاکسار اس وقت اوکاڑہ میں مربی تھا۔

ربوہ میں خاکسار ایک جرمن مہمان کو لے کر وقف جدید کے دفتر میں حضورؒ سے ملوانے لے گیا۔ اس نے کچھ ستاروں اور اجرام فلکی کے بارے میں سوال کیا۔ حضورؒ نے سائنسی لحاظ سے اس کا اس قدر عالمانہ جواب دیا کہ وہ جرمن مہمان قرآن کریم کی تعلیم کے بارے میں بے حد متاثر ہوا۔ ایک انگریز سکالر ربوہ میں آیا اس نے اسلام میں چار فقہی مذاہب حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کے بارہ میں سوال کیا حضورؒ نے اس کا ایسا عالمانہ جواب دیا کہ مفتی سلسلہ ملک سیف الرحمٰن صاحب جو پاس موجود تھے سخت حیران ہوئے۔ بعد میں وہ انگریز جو حضورؒ کے تبحر علمی سے بہت متاثر ہوا کہنے لگا: He speaks king English یعنی آپؒ تو بادشاہوں والی انگلش بولتے ہیں۔

1974ء میں خاکسار کو چند ساتھیوں کے ہمراہ وقف جدید کے دفتر میں اس محضرنامہ کا کچھ حصہ نقل کرنے کی توفیق ملی جو بعد میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ کام کے دوران حضورؒ وقفہ وقفہ سے چکر لگاتے رہتے، کھانے پینے کا خیال رکھتے اور ہر دفعہ کوئی دلچسپ بات سنا کر ماحول کو خوشگوار کر جاتے۔ ان دنوں حالات کی وجہ سے عجب پریشانی کے دن تھے لیکن خاکسار گواہ ہے کہ حضورؒ جب بھی تشریف لاتے آپ کے چہرے پر تبسم اور مسکراہٹ اور ایک خاص قسم کی تازگی ہوتی جو ہمیں بے حد حوصلہ دیتی۔

ربوہ میں 1982ء میں جب خلافت رابعہ کا انتخاب ہوا تو خاکسار اس وقت سیکرٹری مجلس کارپرداز تھا اور دفتر میں بیٹھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وصیت کی فائل دیکھ کر کچھ کوائف درج کر رہا تھا۔ عین اس وقت مسجد مبارک میں خلافت رابعہ کا انتخاب ہوا اور اعلان ہوا کہ میاں طاہر احمدؒ چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے ہیں تو خاکسار کو فوراً یاد آیا کہ چند ہفتے قبل ربوہ کے ایک بزرگ نے خاکسار کو بلایا اور کان میں سرگوشی کرتے ہوئے ایک لفافہ خاکسار کو دیا کہ یہ میں احتیاط سے میاں طاہر احمدؒ کو پہنچا دوں اور اس بزرگ نے یہ فقرہ بھی کہا کہ میاں طاہر کو کہنا کہ اب تمہارا ہی نمبر ہے۔ خاکسار دفتر کارپرداز کی طرف پیدل جا رہا تھا تو راستے میں خاکسار نے دیکھا کہ حضورؒ اپنے گھر سے سائیکل پر دفتر جا رہے ہیں۔ خاکسار نے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔ حضورؒ نے سائیکل روکی اور خاکسار نے مختصر سلام دعا کے بعد وہ لفافہ حضورؒ کو دے دیا۔ لفافہ لے کر آپؒ دفتر روانہ ہوگئے۔ خاکسار کا خیال ہے اس لفافے میں اس بزرگ نے کوئی خواب یا کشف لکھا ہوگا جس میں حضورؒ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خلیفہ بننے کے بعد حضورؒ ہر دوسرے تیسرے دن کارکنان کے ساتھ میٹنگ کرتے اور ہدایات دیتے۔ خاکسار کی جرمنی تقرری ہوئی تو روانگی سے قبل اہلیہ کے ہمراہ حضور سے ملاقات کی سعادت ملی۔ حضورؒ نے پوچھا کہ کیا آپ دونوں خوش ہیں تو خاکسار کی اہلیہ نے رونا شروع کر دیا۔ حضورؒ نے فرمایا کہ تمہارے رونے سے پتا چلتا ہے کہ تم خوش ہو۔

لندن کے پہلے یورپین اجتماع میں حضورؒ نے فرمایا کہ پرندوں کے شکاری پرندہ شکار کرنے سے پہلے پرندے کی عادت اور اس کے ٹھکانے کا پتا کرتے ہیں۔ اس لئے جس قوم کو تبلیغ کرنا ہے اس کے خیالات، کلچر، تاریخ اور انداز فکر سے آگاہ ہونا بیحد ضروری ہے ورنہ کامیابی مشکل ہے۔

یہ ہالینڈ کا واقعہ ہے کہ حضورؒ نے خاکسار کو صبح صبح اپنے دفتر طلب کیا۔ خاکسار نے ڈرتے ڈرتے حاضری دی۔ سلام و دعا کے بعد فرمایا کہ یہ کون بے ہودہ آدمی ہے۔ اس نے تمہارے خلاف شکایت کی ہے کہ تم نے مہنگی بلڈنگ مشن ہاؤس کی خریدی ہے اور اس طرح تم اخراجات بڑی بیدردی سے کرتے ہو۔ خاکسار سخت پریشان ہوگیا۔ حضورؒ نے خاکسار کو تسلی دی اور فرمایا کہ جرمنی واپس جا کر اس شخص کی چندے کی رپورٹ بھجواؤ۔ خاکسار نے ایسا ہی کیا تو معلوم ہو کہ اس کے چندے کی حالت بہت ہی خراب ہے۔ خاکسار حضورؒ کی فراست پر حیران تھا کہ کس طرح حضورؒ نے خط سے اس کی روحانی بیماری کا پتہ کرلیا۔

حضورؒ اکثر خطوط میں یہ ہدایات خاکسار کو دیتے کہ تبلیغی میٹنگز کروا لینا کافی نہیں ہے۔ اس کا کوئی رزلٹ بھی ہونا چاہئے۔

حضورؒ کی شخصیت کے اتنے پہلو ہیں کہ مجھے احمد ندیم قاسمی کا شعر یاد آرہا ہے۔

جب بھی دیکھا ہے تجھے عالَم نو دیکھا ہے
مرحلہ طے نہ ہوا تیری شناسائی کا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی شخصیت

رسالہ ’’نورالدین‘‘ جرمنی کے ’’سیدنا طاہرؒ نمبر‘‘ میں مکرم ڈاکٹر عبدالغفار صاحب مربی سلسلہ بیان کرتے ہیں کہ کینیڈا سے پارلیمنٹ کے ممبر آئے تھے تو وہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے بارہ میں کہنے لگے کہ He is the encyclopedia of knowledge کہ آپ علوم کا انسائیکلوپیڈیا ہیں۔

ایک ماہ رمضان میں درس القرآن کے ترجمہ کے لئے مجھے اور مکرم مولانا عبدالباسط طارق صاحب کو لندن جانے کا موقع ملا تو عید کے روز ظہر کی نماز کے بعد حضورؒ نے ہم مترجمین اور مکرم عبیداللہ علیم صاحب کی دعوت کی۔ اِس دعوت میں اتنا کچھ ہماری پلیٹوں میں ڈالا اور اصرار کے ساتھ کھلایا کہ پیٹ میں کچھ جگہ نہ رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد عبیداللہ علیم صاحب کا مشاعرہ بھی تھا۔ انہوں نے کہا کہ حضور کچھ جگہ شعر سنانے کے لئے بھی رہنے دیں۔ حضورؒ اس پر ہنسے اور فرمایا کہ ہاں اتنی جگہ تو رہنی چاہئے۔ پھر حضورؒ نے ہمیں عیدی اور تحائف دیئے۔

حضورؒ بے حد شفیق تھے۔ میں 2 ستمبر 1988ء میں جرمنی آیا اور میری فیملی سمیت حضورؒ کے ساتھ پہلی ملاقات ہوئی تو حضورؒ نے پوچھا کہ آپ دونوں ایک دوسرے سے کتنے سال جدا رہے ہیں؟ میں تو خاموش ہوگیا۔ میری بیوی نے کہا کہ حضور ہم تقریباً بارہ سال جدا رہے ہیں۔ حضورؒ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد حضور نے فوراً کہا کہ آج کے بعد پھر آپ کبھی جدا نہیں ہوں گے۔

ایک بار مَیں نے حضورؒ کی خدمت میں گیس والا پانی پیش کیا کیونکہ مَیں گیس والا پانی پیتا تھا۔ اس پر حضورؒ نے فرمایا کہ میں یہ پانی نہیں پیتا اور آپ بھی یہ پانی نہ پیا کریں، سادہ پانی پیا کریں۔

1989ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جرمنی تشریف لائے تو یہ عاجز اس وقت برلن میں بطور مربی متعین تھا۔ مشرقی اور مغربی جرمنی ابھی اکٹھے نہیں ہوئے تھے، حضور انورؒ کا اصرار تھا کہ میں نے مشرقی جرمنی بھی جانا ہے۔ چنانچہ ٹکٹیں وغیرہ ہم نے لیں اور مشرقی جرمنی کے ایک اسٹیشن پر چلے گئے۔ لیکن وہاں موجود گارڈز نے ہمیں مشرقی جرمنی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ محترم امیر صاحب نے اُن کو بتایا کہ یہ ہمارے روحانی امام ہیں اور ہم تھوڑی دیر کے لئے مشرقی جرمنی میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مجھے اجازت مل گئی کیونکہ ہم برلن میں رہتے تھے۔ لیکن باقی کسی کو اجازت نہ ملی۔ امیر صاحب نے بار بار آکر حضورؒ کی خدمت میں عرض کی کہ وہ نہیں جانے دیتے۔ مگر حضورؒ نے فرمایا کہ جانا ہی جانا ہے چاہے پانچ منٹ کے لئے کیوں نہ ہو۔ حضورؒ نے فرمایا کہ اچھا میں خود جاتا ہوں۔ امیر صاحب بھی ترجمانی کے لئے ساتھ تھے۔ ڈیوٹی پر موجود عورت سے حضورؒ نے بات کی تو اُس نے کہا کہ قانون اس کی اجازت نہیں دیتا لیکن میں اپنے چیف سے بات کرتی ہوں شاید کوئی حل نکل آئے۔ چیف صاحب آئے اور وہی جواب دیا کہ قانون اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ حضورؒ کے پاس پاکستانی پاسپورٹ تھا۔ وہ کہنے لگے کہ پاکستان نے تو ہمیں تسلیم ہی نہیں کیا ہمیں اپنا سفارت خانہ تک کھولنے کی اجازت نہیں دی اور آپ ہمارے ملک میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ آخر کچھ بحث کے بعد اُس نے کہا آپ اپنے پاسپورٹ مجھے دیدیں تو میں پندرہ بیس منٹ کے لئے آپ کو اندر جانے کی اجازت دیدیتا ہوں۔ ہم نے کہا کہ اگر ہم وہاں چیک ہوگئے تو؟ اُس نے کہا کہ ایسا کوئی مسئلہ نہیں آپ میرا وہاں بتا دیں وہ میرے ساتھ رابطہ کر لیں گے۔ اس نے سارے پاسپورٹ اپنے پاس رکھ لئے اور ہم اندر چلے گئے، حضورؒ بہت خوش ہوئے۔ کچھ دیر واک کرنے کے بعد حضورؒ نے وہاں اسلام اور احمدیت کی ترقیات کے لئے لمبی دعا کروائی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس آ گئے۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 27/نومبر 2007ء میں شامل اشاعت مکرم عبدالصمد قریشی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

وہ حسن رنگِ سخن لاجواب ہے اُس کا
نگاہ لطف و کرم بے حساب ہے اُس کا
وہ بولتا ہے تو خوشبو سی پھیل جاتی ہے
ہر ایک لفظ معطر گلاب ہے اُس کا
ہیں اُس کی کانوں میں رس گھولتی ہوئی باتیں
سرور و کیف میں ڈوبا خطاب ہے اُس کا

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 20/نومبر 2007ء میں شامل اشاعت مکرم ملک منیر احمد ریحان صابر صاحب کی ایک غزل سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

تیرے بِن اب تو کچھ بھی نہیں شہر میں
کہہ رہے ہیں یہ سارے مکیں شہر میں
کتنے طائر چمن زار کے خوش لحن
ہو گئے ہیں جو گوشہ نشیں شہر میں
تیری یادوں میں کھو کر دلِ زار نے
اِک بنا لی ہے خُلدِ بریں شہر میں
تیرے مجنوں کو اذنِ تکلّم تو ہو
سب سنیں گے صدائے حزیں شہر میں

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

26th June 2009 – 2nd July 2009

Please Note that programme and timings may change without prior notice All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344

Friday 26th June 2009

00:00 MTA World News, Tilawat & MTA News
01:00 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 21st October 1999.
02:00 Al Maaidah: a culinary programme teaching how to prepare Chilli Chicken.
02:15 Hadhrat Isa (as): a discussion programme hosted by Naseer Ahmad Anjum on the topic of the ascension of Hadhrat Isa (as) to heaven.
03:35 MTA World News
03:55 Tarjamatul Quran Class: An in-depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Class no. 272, recorded on 23rd September 1998.
05:00 Huzoor's Tours: a programme documenting Hadhrat Khalifatul Masih V visit to Bradford and the laying of the foundation stone of Al Mahdi Mosque in Hartlepool.
06:05 Tilawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:05 Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Atfal) with Huzoor recorded on 28th December 2008.
08:10 Le Francais c'est Facile
08:35 Siraiki Service: a discussion programme on the life and character of the Holy Prophet (saw).
09:15 Reply to Allegations: an Urdu talk with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra), replying to various allegations made against the Jamaat. Recorded on 31st January 1994.
10:00 Indonesian Service
11:00 Seerat Sahaba Rasool (saw)
12:00 Live Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V from Baitul Futuh.
13:15 Tilawat
13:30 Dars-e-Hadith & MTA News
14:15 Bengali Reply to Allegations: a Bengali discussion programme replying to various allegations made against the Ahmadiyya Jama'at.
15:15 Seerat Sahaba Rasool (saw)
15:55 Friday Sermon: Recorded on 26th June 2009 [R]
17:15 Reception at Nasir Mosque: A reception held in the presence of Hadhrat Mirza Masroor Ahmad in Nasir Mosque in Sweden.
18:00 MTA World News
18:15 Le Francais c'est Facile [R]
18:35 Arabic Service
20:40 MTA International News
21:15 Friday Sermon [R]
22:30 Jihad by the Pen
23:05 Reply to Allegations [R]

Saturday 27th June 2009

00:00 MTA World News
00:20 Tilawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
01:20 Le Francais c'est Facile [R]
01:45 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 28th October 1999.
02:50 MTA World News
03:10 Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V.
04:20 Jihad by the Pen [R]
04:55 Rah-e-Huda
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:10 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking guests. Recorded on 12th January 1996. Part 2.
08:15 Ashab-e-Ahmad
08:40 Friday Sermon [R]
09:50 Indonesian Service
11:00 French Service
11:20 Calling All Cooks
11:50 Tilawat & MTA Jamaat News
12:40 Bangla Shomprochar
13:40 Live Intikhab-e-Sukhan
14:40 Talaba Jamia kay Saath Aik Nasisht: a meeting of Jamia students with Huzoor recorded on 8th February 2009.
15:55 Rah-e-Huda: an interactive talk show about the beliefs of the Ahmadiyya Muslim Community.
16:55 Question and Answer Session [R]
18:00 MTA World News
18:30 Arabic Service
20:30 MTA International News
21:00 Talaba Jamia kay Saath Aik Nasisht [R]
22:15 Rah-e-Huda [R]
23:15 Friday Sermon [R]

Sunday 28th June 2009

00:20 MTA World News
00:40 Tilawat & Dars-e-Hadith
01:25 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 4th November 1999.
02:35 Ashab-e-Ahmad
03:00 MTA World News
03:30 Friday Sermon Recorded on 26th June 2009.
04:30 Real Talk, Real Stories, Real Issues
05:35 Calling All Cooks
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:25 Learning Arabic
07:00 Bustan-e-Waqf-e-Nau with Huzoor, recorded on 27th January 2008.
08:05 Attractions of Canada
08:30 Huzoor's Tours: A programme documenting Huzoor's visit to Benin, West Africa.
10:00 Indonesian Service
11:00 Spanish Service: Spanish translation of Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, on 4th April 2008.
12:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:25 Learning Arabic
12:55 Bengali Reply to Allegations
13:55 Friday Sermon [R]
15:10 Bustan-e-Waqf-e-Nau [R]
16:25 Attractions of Canada
16:55 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 16th February 1997. Part 2.
18:00 MTA World News
18:30 Arabic Service
20:35 Bustan-e-Waqf-e-Nau [R]
21:45 Friday Sermon [R]
22:50 Huzoor's Tours [R]

Monday 29th June 2009

00:05 MTA World News
00:20 Tilawat & MTA News
01:05 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 11th November 1998.
02:10 Friday Sermon: recorded on 26th June 2009.
03:10 MTA World News
03:30 Attractions of Canada [R]
04:00 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 16th February 1997. Part 2.
04:55 Learning Arabic
05:30 Seerat-un-Nabi
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) class with Huzoor, recorded on 24th January 2009.
08:10 Le Francais C'est Facile
08:45 French Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and French speaking friends. Recorded on 16th February 1998.
09:50 Friday Sermon: Recorded on 1st May 2009.
10:50 Khilafat Jubilee Quiz
12:00 Tilawat & MTA News
12:55 Bangla Shomprochar
13:55 Friday Sermon: Recorded on 18th July 2008
15:00 Khilafat Jubilee Quiz [R]
16:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
17:10 French Mulaqa'at [R]
18:15 MTA World News
18:35 Arabic Service
19:35 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 18th November 1999.
20:35 MTA International News
21:15 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
22:25 Friday Sermon: Recorded on 18th July 2008.
23:45 Khilafat Jubilee Quiz [R]

Tuesday 30th June 2009

00:50 MTA World News
01:10 Tilawat, Dars-e-Hadith & MTA News
02:10 Le Francais C'est Facile
02:35 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 18th November 1999.
03:35 MTA World News
03:50 Friday Sermon: Recorded on 18th July 2008.
04:55 French Service with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and French speaking friends. Recorded on 16th February 1998.
06:00 Tilawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
07:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Khuddam) class with Huzoor, recorded on 4th January 2009.
08:10 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking guests. Recorded on 14th January 1996. Part 1.
09:00 Discussion
10:00 Indonesian Service
11:00 Friday Sermon: Recorded on 8th August 2008.
12:00 Tilawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
13:00 Bangla Shomprochar
14:05 Ansarullah Ahmadiyya UK Ijtema 2008: Address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 26th October 2008.
15:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Khuddam) Class [R]
16:00 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking guests. Recorded on 14th January 1996. Part 1.
16:55 Discussion [R]
18:00 MTA World News
18:30 Arabic Service
19:30 Friday Sermon
20:30 MTA International News
21:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Khuddam) Class [R]
22:05 Ansarullah Ahmadiyya UK Ijtema 2008 [R]
22:55 Intikhab-e-Sukhan: Poem request programme

Wednesday 1st July 2009

00:00 MTA World News
00:20 Tilawat & MTA News
01:00 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 25th November 1999.
02:00 Discussion
03:05 MTA World News
03:35 Learning Arabic: Lesson no. 18.
04:00 Question and Answer Session.
04:50 Dars-e-Malfoozat
05:05 Ansarullah Ahmadiyya UK Ijtema 2008 [R]
06:05 Tilawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:00 Bustan-e-Waqf-e-Nau with Huzoor recorded on 17th January 2009.
08:00 MTA Variety
09:10 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 12th January 1996. Part 1.
10:10 Indonesian Service
11:05 Swahili Service
12:00 Tilawat & MTA News
13:00 Bangla Shomprochar
14:00 Jalsa Salana Speeches: A speech delivered by Bilal Atkinson. Recorded on 31st July 2004 at Jalsa Salana UK.
14:35 From the Archives: Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 11th April 1986.
15:25 MTA Variety [R]
16:35 Bustan-e-Waqf-e-Nau [R]
17:35 Question and Answer Session [R]
18:35 MTA World News & Dars-e-Hadith
19:05 Arabic Service
20:05 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 2nd December 1999.
21:05 MTA International News
21:40 Bustan-e-Waqf-e-Nau [R]
22:40 Jalsa Salana Speeches [R]
23:15 From the Archives [R]

Thursday 2nd July 2009

00:05 MTA World News
00:25 Tilawat & Dars-e-Hadith
01:15 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 2nd December 1998.
02:35 MTA World News
02:50 From the Archives [R]
03:55 Calling All Cooks
04:15 MTA Variety
05:25 Jalsa Salana Speeches [R]
06:05 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:35 Al Maaidah: a culinary programme.
07:20 Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Nasirat) with Huzoor recorded on 3rd January 2009.
08:20 English Mulaqa'at: A question and answer session with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 18th June 1995.
09:25 Real Talk: a talk show discussing social issues affecting today's youth. Programme 2 looks at issues relating to identity.
10:10 Indonesian Service
11:10 Pushto Service
12:00 Tilawat
12:15 Al Maaidah [R]
13:00 Friday Sermon recorded on 12th June 2009
14:15 Tarjamatul Quran Class: An in-depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Class no. 273, recorded on 30th September 1998.
15:10 Huzoor's Tours: a programme documenting Huzoor's visit to Ilkley, Yorkshire.
16:05 Jalsa Seerat-un-Nabi (saw)
16:55 English Mulaqa'at [R]
18:05 MTA World News
18:30 Live Arabic Service
20:35 Real Talk [R]
21:20 Tarjamatul Quran Class
22:20 Dars-e-Malfoozat [R]
22:35 Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Nasirat) [R]

Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT)

Al Fazl International Weekly, London

22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 16 | Friday 19 June , 2009 | Issue No. 25

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد ۔ مؤرخ احمدیت

طب نبوی اور جدید سائنسدان

مندرجہ بالاعنوان ایک خیال افروز اور تحقیقی مقالہ کا ہے جس پر صدر پاکستان نے مؤلف کتاب جناب ڈاکٹر خالد غزنوی صاحب کو صدارتی ایوارڈ عطا کیا۔اس کتاب کے علاوہ ’’علاج نبوی اور جدید سائنس‘‘ اور ’’امراض جلد اور علاج نبوی‘‘ وغیرہ نام سے بھی آپ کے قلم سے بیش قیمت لٹریچر زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ اوّل الذکر کتاب کے ’’پیش لفظ‘‘ میں جناب حکیم محمد سعید دہلوی مرحوم نے اس رائے کا اظہار فرمایا کہ:

’’ڈاکٹر خالد غزنوی طب عصری کے حامل ہیں اور اس حیثیت سے وہ پاکستان میں پہلے معالج ہیں کہ جنہوں نے بہ ہمہ خلوص وفہم طب نبوی کو اپنا رہنما بنایا ہے اور اپنے معالجات کو طب نبوی کے دائرے سے باہر نہیں جانے دیا ہے‘‘۔

ڈاکٹر خالد صاحب مشہور اہلحدیث عالم اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کے نواسے مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی کے صاحبزادے ہیں ۔آج کی قسط میں آپ کی کتاب ’’طب نبوی اور جدید سائنس‘‘ سے زیتون سے متعلق اہم اقتباس حوالۂ قرطاس کیا جاتا ہے۔

زیتون کا ذکر اللہ جلّشانہ نے قرآن مجید کی سورۃ الانعام آیت 100 ،النحل آیت 12 اور سورۃ التین آیت 2 میں فرمایا ہے۔ ترمذی ، مسند احمد اور ابن ماجہ میں آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے اس کی افادیت کے جابجا تذکرے ملتے ہیں۔زیتون کے تیل کی دوہزار سالہ تاریخی اہمیت یہ بھی ہے کہ حواریوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی زخموں کی شفا کے لئے جو مرہم عیسیٰ استعمال کی اس میں زیتون کا تیل بھی شامل تھا۔(دیکھئے کیمیائے عناصری ترجمہ اردو قرابادین قادری صفحہ 491۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ ۔اشاعت تخمیناً اکتوبر 1883ء)

جناب ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

’’نبی ﷺ نے ذات الجنب میں زیتون کا تیل ارشاد فرمایا۔اس اصول کو سامنے رکھ کر سانس کی ہر بیماری کے مبتلا کو زیتون کا تیل ضرور دیا گیا۔دمہ کے مریضوں کی بیماری میں جب کمی آجائے تو آئندہ اس قسم کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے زیتون کے تیل سے بہتر دوائی میسر نہ آسکی۔

انفلوئنزا اور زکام کا طب جدید میں کوئی علاج نہیں۔ وہ لوگ جو باقاعدہ زیتون کا تیل پیتے ہیں ان کو نہ زکام لگتا ہے اور نہ ہی نمونیہ ہوتا ہے۔اگر ان کو کبھی انفلوئنزا ہو بھی جائے تو اس کا حملہ بڑا معمولی ہوتا ہے۔زکام اور دمہ کے دوران اضافی فائدے کے لئے ابلتے ہوئے پانی میں شہد بھی مفید ہے۔

حضرت زید بن ارقم ؓ کی دونوں روایات میں ذات الجنب میں زیتون کا تیل تجویز ہوا۔اس کے ساتھ ہی حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایت میں زیتون کا تیل جذام میں مفید ہے۔علم الجراثیم اور علم الامراض کے اعتبار سے کوڑھ اور تپ دق کی نوعیت ایک ہے۔ دونوں کے جراثیم Acid Fast ہوتے ہیں ۔اس لئے وہ ادویہ جو تپ دق پر مؤثر ہوتی ہیں جذام میں بھی مفید ہوتی ہیں اور اس سے برعکس بھی درست ہے۔اس لئے تپ دق کے مریضوں کو اس نسخہ کے مطابق قسط اور زیتون دینے کا خیال پیدا ہوا۔ زیتون کے تیل کے سلسلہ میں معلومات کے دوران خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان سے ملنے کا موقع ملا۔(ڈاکٹر سعید صاحب موجودہ امیر غیر مبائعین ڈاکٹر عبدالکریم پاشا صاحب کے والد ماجد جو خود بھی برسوں تک اس عہدہ پر رہے۔ابن مولوی محمد یحییٰ صاحب دیپگراں مرحوم)۔ڈاکٹر سعید صاحب پاکستان میں تپ دق کے علاج کے سب سے بڑے سینی ٹوریم ڈاڈر ضلع مانسہرہ کے تیس سال سپرنٹنڈنٹ رہے ہیں۔انہوں نے اس ضمن میں عجیب تجربہ سنایا۔

ایک مریض کو 1936ء میں دق ہوگئی۔ مدراس کے مدنا پلی سینی ٹوریم میں اس کی پانچ پسلیاں نکال دی گئیں۔اس کی حالت ابھی بہتر نہ ہوئی تھی تو معلوم ہوا کہ دق کا اثر آنتوں پر بھی ہو گیا ہے۔اس زمانے کے علم کے مطابق Ileocoecal Tuberculosis کا کوئی علاج نہ تھا۔ڈاکٹروں نے اس مرحلہ پر اسے جواب دے دیا۔مریض نے سارا دن رو رو کر خدا سے مناجات کی ۔ خواب میں اسے زیتون کا تیل،الٹراوائلٹ شعاعوں اور ایک دوائی کا اشارہ ہوا۔دوائی تو بھول گیا مگر روزانہ تین اونس تیل پینے لگا اور الٹراوائلٹ شعاعیں لگوائیں۔

جس ہسپتال سے اسے لاعلاج قرار دیا گیا تھا اسی سے وہ تین ماہ بعد تندرست ہو کر فارغ ہوا۔وہ مریض تادم تحریر پچاسی سال کی عمر میں بھی سرخ وسفید 1991ء میں زندہ موجود ہے۔

اس مریض پر زیتون کے تیل کے اثرات کے مشاہدہ کے بعد ڈاکٹر سعید صاحب نے چالیس سال تک دق کے مریضوں کے علاج میں تیل ضرور دیا اور ان کا کوئی مریض ضائع نہیں ہوا۔

تپ دق کا جدید علاج مہنگا اور طویل ہے۔ ہر شخص کے لئے پچاس روپیہ روزانہ کی ادویہ اور اس کے بعد ان کے ذیلی اثرات اٹھارہ ماہ تک برداشت کرنا آسان کام نہیں۔ان مریضوں کو 25 گرام تیل روزانہ اور آٹھ گرام روزانہ قسط شیریں دی گئی۔کمزوری کے لئے شہد۔کھانسی کے لئے انجیر یا اس کے شربت اضافی طور پر دیتے گئے۔ ابتدائی درجہ کے مریض عام طور پر تین سے چار ماہ میں ٹھیک ہو گئے ۔ علامات ختم ہونے اور خون کے نارمل ہونے کے بعد مریضوں کو زیتون کا تیل ایک سال تک پینے کی ہدایت کی گئی۔ چھ سال کے مشاہدہ میں کسی مریض کو دوبارہ تکلیف نہیں ہوئی۔

طب جدید میں زکام کا کوئی شافی علاج نہیں۔ ابن القیمؒ نے زکام کے علاج میں قسط البحری کو مفید قرار دیا ہے۔ ذہبی کے مشاہدہ میں قسط کو سونگھنا بھی زکام میں مفید ہے۔جبکہ ایک روایت کے مطابق مرزنجوش سونگھنے سے زکام ٹھیک ہو جاتا ہے۔ پرانے زکام میں یا ان مریضوں کو جن کو بار بار زکام ہو جاتا ہے زیتون کا تیل آئندہ کے لئے محفوظ کر دیتا ہے۔ بخاری اور ابن ماجہ میں خالد بن سعد والی روایت کے مطابق ایک چمچ کلونجی کو پیس کر بارہ چمچ زیتون میں حل کر کے اس مرکب کو پانچ منٹ ابالنے کے بعد چھان لیا گیا۔صبح وشام ناک میں ڈالنے سے نہ صرف یہ کہ پرانا زکام ٹھیک ہوا بلکہ نکسیر میں بھی ازحد مفید رہا‘‘۔(صفحہ 109-111)

✡ ✡ ✡ ✡ ✡

حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں ڈاکٹر خالد صاحب کا خراج عقیدت

ڈاکٹر خالد غزنوی صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں 22/جون 1957ء کو سعودی عرب سے مراجعت کے معاً بعد ایک محبت بھرا مکتوب لکھا کہ:

’’مَیں نے جب سے ہوش سنبھالی ہے حضور کو احترام کی نظر سے دیکھا۔ پڑھنے لکھنے کے بعد اس احترام میں اور اضافہ ہوا۔کیونکہ مَیں آپ کے علمی رتبہ کو بھی سمجھنے لگا تھا۔طالبعلم ہونے کی وجہ سے مجھے علماء اور علم دوست حضرات سے بے حد عقیدت رہتی ہے۔اور مَیں حلفیہ اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اس دور میں میرے نزدیک اسلام اور مذاہب عالم پر آپ سے زیادہ کوئی عالم موجود نہیں ....مَیں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ربوہ حاضر ہونے میں مسرت محسوس کروں گا‘‘۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس اہم مکتوب کے موصول ہونے پر مری سے 25/جون 1957ء کو ڈاکٹر صاحب کو لکھا:

’’ڈاکٹر خالد غزنوی صاحب ...... آپ کے خط سے مجھے خوشی ہوئی ...... کیونکہ مَیں آپ کو بچپن سے جانتا ہوں۔ شیخ بشیر کے ہاں تو ملنا یاد نہیں لیکن عبدالوہاب صاحب کے ساتھ ایک دفعہ ملنا یاد ہے۔جب انہوں نے کہا تھا کہ آپ میو ہسپتال میں لگ گئے ہیں ۔جب مَیں ربوہ آؤں تو مجھے آکر آپ ملیں‘‘۔

✡✡✡✡✡✡

جماعت احمدیہ کونگو(کنشاسا)میں یوم خلافت کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ:نعیم احمد باجوہ ۔امیر و مشنری انچارج کونگو ۔کنشاسا)

عوامی جمہوریہ کونگو کا دارالحکومت کنشاسا آٹھ ملین کی آبادی کا شہر ہے ۔اس شہر میں جماعت احمدیہ کی باقاعدہ تین پختہ مساجد ہیں اور دس سے زائد جماعتیں ہیں۔

امسال 27/مئی کے موقع پر جلسہ یوم خلافت کے انعقاد کا پروگرام بنایا اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے براہ راست خطاب برائے جلسہ سالانہ قادیان سننے کے لئے پروگرام بنایا گیا۔سب جماعتوں کا ایک جگہ اکٹھا ہونا مشکل ہوتا ہے اس لئے تمام جماعتوں میں ایک ہی عنوان کے تحت تقاریر کا پروگرام بنایا گیا۔گویا الگ الگ جلسہ ہوتے ہوئے بھی ایک ہی پروگرام کی وجہ سے یکسانیت پیدا ہوگئی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطاب سے قبل قریباً ڈیڑھ گھنٹہ کے لئے جلسہ منعقد ہوا جس میں ’’خلافت کی اہمیت‘‘، ’’خلافت اور ہماری ذمہ داریاں‘‘ اور ’’برکات خلافت‘‘ کے موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔اور حضور انور کے خطاب سے پہلے ہی تمام جماعتوں کے جلسے ختم ہو گئے اور اس کے بعد سب نے مل کر ایم ٹی اے کے ذریعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا قادیان کے جلسہ سے خطاب سنا اور دیکھا۔

ایم ٹی اے کے ذریعہ مسیح پاک کی بستی کے نظارے بھی کئے اور جلسہ کے اختتام پر افریقن بھائیوں کی نظموں کے ساتھ مل کر نظمیں پڑھیں ۔

یہ پروگرام اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب رہا۔ بعض غیر از جماعت مہمانوں نے بھی اس میں شرکت کی۔ تمام جلسوں کی مجموعی حاضری 273 رہی۔

اللہ احباب جماعت کے ایمان و اخلاص میں برکت دے اور خلافت کے ساتھ عشق ووفا کو بڑھائے آمین۔

✡✡✡✡✡

والدین اپنے نمونہ سے بچوں کو نماز کی عادت ڈالیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’سب سے اہم بات ہے کہ بچوں کو پانچ وقت نمازوں کی عادت ڈالیں ۔کیونکہ جس دین میں عبادت نہیں وہ دین نہیں۔اس کی عادت بھی بچوں کو ڈالنی چاہئے اور اس کے لئے سب سے بڑا والدین کا اپنا نمونہ ہے۔اگر خود وہ نمازی ہوں گے تو بچے بھی نمازی بنیں گے۔نہیں تو صرف ان کی کھوکھلی نصیحتوں کا بچوں پر کوئی اثر نہیں ہوگا‘‘۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 27/جون 2003ء)

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: عبدالحفیظ کھوکھر ۔ترسیل: قاضی نجیب الدین احمد